

ہر انگیزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہونا ہے
جسٹریٹیل نمبر ۲۶۵

بیاد کار عظیم قوم حضرت مولانا ظہور احمد صاحب فاضل دیوبند
مجلس کنز حزب الانصار بھیرہ وادارہ عالیہ محمدیہ کاتوجان
ماہنامہ

شعرب الاسلام

قیمت سالانہ
معاونین سے پانچ روپے
عوام سے تین روپے
طلبہ سے ایک روپے

جلد ۱۶ بھیرہ پنجاب اشعبان المعظم ۱۳۶۴ھ مطابق اگست ۱۹۴۵ء نمبر ۸

اطلاعات

— دارالعلوم عزیزیہ کا سالانہ امتحان مؤرخہ شعبان
کو مولانا محمد حنیف صاحب نے لیا۔ اکثر طلباء اچھے کامیاب
ہوئے۔ اور اشعبان سے مدرسہ میں تعطیل کی گئی۔ اشعبان
درمضان کے بعد ہر سوال کو داخلہ شروع ہوگا۔

— مدرسہ عربیہ دار برٹن کا امتحان مولانا سیاح الدین
صاحب نے اشعبان کو لیا۔ اور وہاں بھی اشعبان سے
مدرسہ میں تعطیل کی گئی۔ ہر سوال کو داخلہ شروع
ہوگا۔

— مولوی دوست محمد صاحب سابق مبلغ حزب الانصار
موضع ٹونگ ضلع میانوالی کچھ عرصہ بیاد رہ کر اس دار
فانی سے عالم باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ انشاء اللہ وانا الیہ
راجعون اس صدمہ جانگاہ سے حزب الانصار کے

تمام ہمارے افسان کو انتہائی رنج و غم لاحق ہوا۔ مدرسین اور
طلبہ نے مرحوم کے لئے دعائے استغفار کی۔ اللہ تعالیٰ
مولوی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس کی خوشیاں
اور برائی راہتیں نصیب فرمائے۔ اور ان کے متعلقین و
اقارب کو صبر جمیل اور استقامت کی توفیق دے۔ ہم
سب ار ایکٹن حزب الانصار اس اندہ ہناک حادثہ میں
اُن کے ساتھ قلبی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

— حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمہ اللہ کے
مواخ حیات مرتب کرنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے مولانا
مرحوم کے تمام احباب ان واقعات سے تفصیلاً آگاہ
کریں جو مولانا مرحوم کی دینی خدمات اور تبلیغی کارناموں
کے سلسلہ میں ان کو معلوم ہوں۔ مولانا سید سیاح الدین کانپل

بہار اشعبان ۱۳۶۴ھ مطابق اگست ۱۹۴۵ء نمبر ۸

قادیاں کی آذر آئینی

(طالوت)

وہ سمجھوٹ گئے ہیں آشیاں میں
جھلکتی ہے خلافت کی تباہی
بہشتی مقبرے میں کیوں نہ ہوں دفن
جناب عشق کی برکت ہے ساری
پلومر کی شراب لالہ گوں کی
میں اس کی آذر آئینی کے صدقے
نگہیاں باغ کا خود قلبتاں ہے
اماں جن کو ملی "دارالاماں" میں
کسی مہوش کی پسچی داستاں میں
جنہیں حوریں ملی ہوں اس جہاں میں
یہ جتنی بھی ہے رونق قادیاں میں
کرامت دیکھئے بڑھے جواں میں
لگائی آگ جس نے آشیاں میں
گل و بیل رہیں خوش گلستاں میں

دکھائی دیتے ہیں نشتر ہی نشتر

انہیں طالوت کے طرہ بیاں میں

سُرخ پُسل کا نشان ○

یہ سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ وی۔ پی کا انتظار نہ کیجئے
کیونکہ جنگ کی وجہ سے وی۔ پی فائدہ نہیں ملتے۔ لہذا اس عرصہداشت کو ضروری تصور فرمائیں کہ
سُرخ نشان دیکھتے ہی چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

(غلام حسین مینجر)

مؤثر روک تھام نہیں کی گئی۔ اور اس قسم کی گندی اور دل آلود کتابیں شائع ہوتی اور بازاروں میں علی الاعلان فروخت ہو جایا کرتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ مسلمان ہندوستان کے کسی شہر یا کسی کتب خانہ میں اس قسم کی گستاخانہ کتاب کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر جگہ برادران اسلام جمع ہو کر اس اخلاق سوز اور اسلام دشمن گستاخانہ کتاب کو ضبط اور بند کرانے کی تحریک پاس کر کے وائسرائے ہند اور صوبہ کے گورنروں کے نام رجسٹری کر کے ارسال کریں۔ اور ہر ممکن کوشش سے اپنی تحریک کو کامیاب کریں۔ اور حکومت کو صاف و صریح الفاظ میں اپنے جذبات و احساسات سے مطلع کر کے بتادیں کہ اگر اس دل آلود کتاب کی بندش نہ کی گئی، اور آئندہ کے لئے ایسے خرافات کی مستقل روک تھام کے لئے پورا انتظام نہ کیا گیا، تو اس شرانگیز فتنہ کے بڑے نتائج و عواقب کی وہ ذمہ دار ہوگی۔

انجاریات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ صوبہ بنگال میں گورنر بنگال نے اس کتاب کی بندش کا حکم دے دیا ہے امید ہے کہ گورنر بنگال کے اس متحسن اقدام کی پیروی میں تمام ہندوستان بھر میں ضبط و بندش کا حکم نافذ کر کے مسلمانوں کی تحریک کو دودھ دیکھا جائے گا۔

خدا اگر سے پہلے امراء و وزراء اور لیڈرمان کرام کو بھی کچھ احساس ہو جائے۔ اور سیاسی جھگڑوں اور ایک دوسرے کو گمانے بچھانے اور باہمی نہ دہ اندمانی کے مشغلہ سے تھوڑی دیر فرصت نکال کر کچھ اس طرف بھی متوجہ ہو جائیں۔

امام عظم

(از خواجہ دل محمد صاحب ایم اے لاہور)

کفر و الحاد کی رسموں کو مٹانے آئے
شیعہ عرفاں روایاں میں جلانے آئے
خلق کو مسلم و دیندار بنانے آئے
نہد کا درس جہاں بھر کو پڑھانے آئے
دل کو اللہ و محمد سے ملانے آئے
خانہ شرع محمد کو سجانے آئے
قبر میں خلد سے رضوان بلانے آئے
آپ گراموں کو جب راہ دکھانے آئے

کتے ہادی رہ تحقیق دکھانے آئے
حضرت تاج ائمہ وہ امام عظم
عالم باعمل و سالک راہ عرفاں
قبلہ و کعبہ و سردار فقیہان جہاں
بحر قرآن کے شناور شاہ اقلیم حدیث
موتی قرآن سے لئے پھول حدیث سے چنے
جو رہے ملت نعمان نہایت اس قدر
نہ رہا منزل دیں میں کوئی بھولا بھٹکا

راستہ مل گیا رہبر پہ جو ایسا نہ رہا
فقہ رہ جس کا عمل ہے وہ مسلمان نہ رہا

اشتراکیت کے ملحق آبادی بحیثیت کی عالم بدحواسی میں ہرزہ سرائی

مولانا ندوی کے باطل شکن خطبہ صدارت پر تلکلاہٹ

(۲)
(راہنجناب مولانا سباح الدین صاحب کا کاخیل)

عموماً برتتے ہیں بس وہی اخلاق ہیں۔ اور جو بھی مشہور و معروف ہو وہ "معروف" ہے۔ اور جس سے نفرت کی جائے۔ وہ "منکر" تو اس کلیہ کو اس رنگ میں درست تسلیم کرنے کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں۔ اور جیسا کہ آگے عرض کروں گا یہ بات یقیناً غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

ہاں البتہ اس میں شک نہیں کہ دنیا کے سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق ہی پر ہے چنانچہ جس قدر پیغمبر مصلح ہر زمانہ میں آئے تمام کی تعلیم و ہدایت یہی رہی۔ کہ مثلاً سچ بولنا اچھا، اور جھوٹ بولنا بُرا ہے، انصاف بھلائی اور ظلم بُرائی، ہے خیرات و صدقہ نیکی اور چوری بدی ہے۔ لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی مذہب اسلام کے بانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تکمیل حیثیت رکھتی ہے۔ خود آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

بعثت لا تم حسن الاخلاق (موطا امام) میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اور دوسرے الفاظ میں آپ یوں تعبیر فرمائی ہے انما بعثت لاتمکم مکارم الاخلاق۔ میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

قرآن مجید میں جا بجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے
وَيَرْكَبُهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (پیغمبر اسلام)
ان آن پر رُکھ جا ہوں کو پاک و صاف کرتا ہے۔ اور ان

ملحق آبادی صاحب کا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ہر امتیازی شان سے انکار کر دیا جائے تاکہ ائمہ باطل کے ہر نظام کو مسلمانوں کے سر نہھوپنے کے لئے برا آسانی گنجائش نکالی جا سکے چنانچہ مولانا ندوی نے اسلام کے نظام اخلاق کے استقلال کا جو ذکر فرمایا تھا اس کی تردید یوں کر فرماتا ہے۔

"آگے چلے مولانا فرماتے ہیں کہ اسلام ایک مستقل نظام اخلاق ہے۔ بہت ہی خوب! مگر اسلام کا وہ کون "مستقل" نظام اخلاق ہے۔ جس کا حضرت مولانا نے دعویٰ کیا ہے؟ کیا اسلام نے دنیا کے "عام اخلاق" سے کٹ کر بھی کوئی "مستقل" نظام اخلاق بنایا ہے مولانا کا دعویٰ یہی ہے۔ مگر مولانا کا یہ دعویٰ خود قرآن مجید سے باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

اسلام کا مستقل نظام اخلاق کیا دیا کون ہے؟

اس سوال کا جواب نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ایک مجلاتی مقالہ میں اس کی گنجائش نہیں۔ اس لئے بخوف طوالت اس کی تفصیل کسی اور موقع کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔ ہاں ملحق آبادی صاحب کے اس عجیب و غریب جملہ کے متعلق چند گزشتہ اشاعتیں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام نے دنیا کے عام اخلاق سے کٹ کر بھی کوئی مستقل نظام اخلاق بنایا ہے "معلوم نہیں کہ اس عام اخلاق" کے لفظ سے مقصد کیا ہے۔ اگر مطلب یہ ہے کہ عام لوگ اور دنیا کے تمام فرقے جس طرح و طریقہ کے اخلاق

کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

یہاں پر تزکیہ کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے یعنی اس آئینہ کے زنگ کو دودھ کر کے اس میں صیقل اور جلا پیدا کر دی جائے اس آیت اور بعض دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی نبوت و رسالت کا سب بڑا فرض یہ تھا کہ وہ نفس انسانی کو چلا دیں اُن کو برائیوں اور نجاست باطنی کی آلودگیوں سے پاک کریں اور اُن کے اخلاق و اعمال کو درست اور صاف ستھرا بنائیں چنانچہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جو تقریر کی تھی اور ہر قتل کے دربار میں اُس کے سوالات کے جواب میں اُس وقت حضور کے مخالف و دشمن ابوسفیانؓ نے جن باتوں کو تسلیم کیا تھا اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ درست و دشمن دونوں آپ کی اس خصوصیت کے قائل تھے اور کسی معاند و منکر نے بھی کبھی نہیں کہا کہ آپ "عام اخلاق" سے کٹ کر کوئی مستقل نظام اخلاق پیش نہیں کرتے" افسوس کہ اسلام کا مدعی ملیح آبادی آپ کی اس خصوصیت و امتیازات کا علی الاعلان انکار کر رہا ہے جن کے متعلق کفار قریش نے بھی اعتراف کیا تھا کہ آپ کی خصوصی تعلیمات یہ ہیں اور اسی طرح لفظ حکمت کا اطلاق دیگر اطلاق کے علاوہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عرفان کے ان عملی آثار و نتائج پر بھی ہوتا ہے جن میں بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات کا ہے اور قرآن مجید کی بعض آیتوں میں اخلاقی تعلیمات کو حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن کریم کے اس اظہار حقیقت سے کہ وحی محمدی کتاب اور حکمت دونوں پر برابر مشتمل ہے یہ ماننا ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسلام میں عبادت اور دوسرے احکام کو جو اہمیت حاصل

ہے اس سے کم اخلاق کی اہمیت اس کی نگاہ میں نہیں۔ خود قرآن پاک نے اس کی تصریح کی ہے اور فرمایا گیا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا
وَأَسْجُدُوا لِلَّهِ تَبْكُمُ ۖ أَلَا يَعْلَمُ
وَأَفْعَلُوا ۚ لَئِنْ لَمْ تَفْعَلُوا
لَا يَكُنْ لَكُمْ فَلَاحٌ يُأْوِي ۚ

گو یا ایمان کی روح کے بعد دعوت محمدی کے دوبارہ ہیں ایک عبادت اور دوسرا اخلاق جقوق عباد یعنی باہم انسانوں کے معاملات اور تعلقات کا نام ہے اور عبادت حقوق اللہ یعنی خدا کے فرائض ہیں اللہ تعالیٰ نے شرک و کفر کے سوا ہر گناہ کو اپنے ارادہ مشیت کے مطابق معافی کے قابل قرار دیا ہے مگر حقوق عباد یعنی باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض کی کوتاہی کی معافی خدا نے اپنے ہاتھ میں نہیں بلکہ اُن بندوں کے ہاتھ میں رکھی ہے جن کے حق میں وہ ظلم و تعدی ہوئی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملات انسانی میں جو تجاؤ و ظلم ہوگا اس کی اہمیت کتنی زیادہ اور شریعت محمدی میں اخلاق کی حیثیت و وقعت کس قدر بڑھ کر ہے۔ اسلام کی عبادت ایمان کے بعد نماز، زکوٰۃ، روزہ حج کے چار ستونوں پر قائم ہے۔ دوسرے اہم مقاصد کے علاوہ ان عبادات سے ایک مقصد انسان کے اخلاق حسنہ کی تربیت و تکمیل ہے قرآن پاک میں ہر جگہ یہ نکتہ نمایاں طور سے واضح کیا گیا ہے چنانچہ نماز کا ایک فائدہ اس نے یہ بتایا ہے کہ وہ بُری باتوں سے باز رکھتی ہے روزہ کی نسبت بتایا ہے کہ وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے زکوٰۃ مرتبا یا انسانی ہمدردی و غمخواری کا سبق ہے اور حج بھی مختلف طریقوں سے اخلاقی اصلاح و ترقی کا ذریعہ اور اپنی اور دوسروں کی امداد کا وسیلہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے ان چاروں ارکان کے نام الگ الگ جو کچھ ہوں مگر ان کے بنیادی مقاصد میں اخلاقی تعلیم کا راز مضمر ہے اور

امتیاز حاصل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نوع انسانی کے اخلاقی معیار کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک وہ جس نے اپنی تعلیم کی بنیاد کسی اخروی مذہب پر رکھی۔ جیسے عام انبیاء علیہم السلام اور بعض مذہبوں کے بانی۔ دوسری وہ ہے جس نے اپنے فلسفہ و حکمت اور عقل و دانائی کی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کی۔ ہم ان میں سے اول کو انبیاء اور مصلحین دین اور دوسری کو حکماء کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں نے اپنے درس و تعلیم کے اصول اور طریقے الگ الگ اختیار کئے۔ پیغمبروں اور مذہب کے بانیوں نے اپنی تعلیمات کا ماتخذ ”حکم خداوندی“ قرار دیا۔ اس حکم و فرمان الہی کے سوا ان کی تعلیم کی کوئی اور بنیاد نہیں۔ ان کی تعلیمات میں علت و معلول کا سلسلہ ہے نہ اخلاق کے دقیق نکاتوں کی گہرے کشائی ہے۔ اور نہ ان احکام و تعلیمات کی اخلاقی مصلحتوں اور عقلی حکمتوں کی تصریح ہے۔ دوسرے فریق کی تعلیمات میں علت و معلول کی تحقیق، نفسیاتی خواص کی بحث، اخلاق کی غرض و نفعیت کی تعیین، قواعد عملی کی تحدید یہ سب کچھ ہے مگر بحث و نظر سے آگے عمل کا درجہ صفر محض ہے۔ اگر ہے تو بے کیفیت اور بے لذت مگر ہے

یا ہا ایس دارہ دآں نیز ہم

دنیا کے آخری معلم کی تعلیم میں حکم خداوندی اور عقلی دقیقہ رہی، فرمان الہی اور اخلاقی حکمت وری۔ امر و نہی اور حکم فطرت کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے۔ انبیاء و حکماء میں اصلی فرق امتیاز یہ ہے کہ انبیاء کی اخلاقی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کی عملی زندگی بھی اپنی تعلیمات کے مطابق پاک و صاف ہوتی ہے۔ لیکن بلند بلند حکیم و فلسفی کو عمل کے لحاظ سے دیکھو تو اس کی عملی زندگی ایک معمولی بانہادی سے ایک انجے بلند ہوگی۔ وہ گو

ان عبادات کے متعلق اسلامی تعلیمات سے امتیاز ہوتا ہے کہ ان کا ایک اہم مقصد اخلاق کا تزکیہ بھی ہے۔ علاوہ انہیں قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاق کو بھی اہل ایمان کی ان ضروری صفات میں گنا یا گیا ہے جن پر ان کی کامیابی کا مدار ہے مثلاً سورہ المؤمنون کی ابتدائی آیتوں میں ذکر ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ اَیُّہُ اور اسی طرح اخلاق کے بہترین اوصاف کو تقویٰ کا ایک لازمی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی پاک تعلیم میں خدا کے نیک و مقبول بندے، اسی قرار دیئے گئے ہیں۔ جن کے اخلاق بھی اچھے ہوں اور وہی باتیں خدا کے نزدیک ان کے مقبول ہونے کی نشانی ہیں۔ اور قرآن پاک میں بہت سی جگہوں میں اللہ تعالیٰ کے نیک و مقبول بندوں کے اوصاف میں ان کے اچھے اخلاق بیان کئے گئے ہیں۔ علاوہ انہیں بے شمار احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کی اہمیت اور اسلام میں ان کا درجہ نہایت تاکید کی الفاظ میں اور مختلف تعبیرات کے ذریعہ ظاہر فرما کر مکالم اخلاق کی تکمیل و قیام کا فریضہ پورا کر دیا ہے۔ اور اخلاق حسنہ کو ایک تکمیلی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اخلاقی معلموں میں حضور کا امتیاز | اس چیز کو اب ایک پہلو سے بھی غور کیجئے

دنیا میں اخلاق کے بڑے بڑے معلم پیدا ہوئے۔ جن کے مکتب میں آکر بڑی بڑی قوموں نے ادب کا نانوہ کیا۔ اور آداب و اخلاق کے وہ سبق ان سے حاصل کئے جو سینکڑوں اور ہزاروں برس گزر جانے کے بعد بھی اب تک اُن کو یاد ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ آج جہاں ہمیں بھی حسن اخلاق کا کوئی نمونہ ہے وہ انہی کے صنفِ تعلیم کا ایک ورق ہے۔ مگر ان سب معلمین اخلاق میں آنحضری و مکمل معلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خصوصی

عمل تھا یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ انسانوں کو اپنے بادلوں اور رہنماؤں کے صرف تعلیمات اور اقوال سنانے میں اور ان کو پیروی کی دعوت دیتے ہیں۔

اخلاق کے دوسرے معلموں کے ہاں صرف ایک فن کے طالب علم تعلیم پاتے رہے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ اعظم میں آکر دیکھو تو معلوم ہو گا یہ ایک عمومی جامعہ ہے جس میں انسانی ترقی کی ہر قوت نشوونما پا رہی ہے ہر جنس اور ہر مذاق کے طالب علم آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق کسب کمال کر رہے ہیں جن کو تالیف اسلام سے آگاہی ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ ہی کی تربیت و تعلیم سے حکمران، اہل باب تدبیر و سیاست سپہ سالار، قاضی، مفتی، زہاد، عباد، فقیہ، محدث اور دوسرے مختلف انواع کے اہل کمال پیدا ہوئے۔ اسی سے خود حضور کی جامعیت اور آپ کی تعلیمات کی جامعیت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

اسلام کا فلسفہ اخلاق کسی مذہب کو چھوڑ کر زندگی گزارنے والے جو کچھ کہیں

کہیں۔ لیکن دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو اخلاق کا ماخذ خدا کے حکم کے سوا کسی اور شے کو تسلیم کرتا ہو۔ لیکن اسلام اس کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ خدا نے اپنے ان احکام کو وحی کے الفاظ میں بیان بھی کیا ہے۔ اور اپنے بندوں کی فطرت میں ودیعت بھی دکھائی ہے۔ تاکہ فطرت اگر کسی سبب سے خاموش رہے تو احکام الہی کی آواز اس کو پکارے کہ ہشیار کرے فلسفیانہ کاوشوں اور موٹنگائیوں کو چھوڑ کر عملی حیثیت سے غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ یہ نظریے باہم کس قدر متخالف ہونے کے باوجود بھی باہم اس قدر متضاد نہیں کہ وہ ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں۔ ہر مذہب اس کے بارے میں اخلاق کا ماخذ خدا کے

دوسروں کو روشنی دکھا سکتا ہے۔ مگر خود تالیف سے باہر نہیں آتا۔ وہ شلاً سچائی اور راستبازی کی حقیقت پر بہترین خطبہ دے سکتا ہے۔ مگر وہ خود سچا اور راستباز نہیں ہوتا۔ اور اسی بنا پر کہ حکماء جو کہتے ہیں خود کہتے نہیں ان کی آواز بے اثر ہوتی ہے۔ اور انبیاء کرام جو فرماتے ہیں خود عملاً کر دکھاتے ہیں اس لئے ان کی تعلیم اور صحبت کا فیضان ہمنشینوں کو اپنے رنگ میں رنگ بھی دیتا ہے۔ اخلاقی حکماء، سقراط و افلاطون اور ارسطو اور انبیاء کرام حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان بھی فرق نمایاں نظر آتا ہے۔ اور پھر انبیاء میں بھی کامل و مکمل اور آخری معلم کے لئے حسب ذیل معیاروں پر پورا اترنا ضروری ہے۔

(۱) اس کی زندگی کا کوئی پہلو پرہیزگار نہ ہو۔
(۲) اس کی ہر زبانانی تعلیم کے مطابق اس کی عملی شان بھی سامنے موجود ہو۔

(۳) اس کی اخلاقی زندگی میں یہ جامعیت ہو کہ وہ انسانوں کے ہر کارآمد کردہ کے لئے اپنے اندر اتباع اور پیروی کا سامان رکھتی ہو۔

”تقیہ کی ان معیاروں پر احادیث کی روشنی میں اگر غور کر کے جانچا جائے تو صرف باقی مذہب اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زندگی پوری اتر سکتی ہے۔ آپ کی اخلاقی زندگی کا ہر پہلو ہمارے سامنے بے نقاب ہے اور بقول ہاسو تھامس ”آج کے کہ یہاں (سیرت محمدی) پورے دن کی روشنی ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پہلو روشن و روشن کی طرح نمایاں ہے۔“

(۱) آج کے کہ یہاں (سیرت محمدی) پورے دن کی روشنی ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پہلو روشن و روشن کی طرح نمایاں ہے۔“

نیت اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں نیت یعنی قلبی ارادہ اور انسان کی اندرونی غرض و غایت کو براہِ چھو اور کام کی بنیاد قرار دیا ہے بلکہ حقیقت میں روحانی حیثیت سے کوئی کام اپنے نتیجہ کے لحاظ سے اتنا اچھا یا بُرا نہیں ہوتا۔ جتنا قلب کی کیفیت اور اس کی اندرونی نیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی معذور کی امداد اس لئے کریں کہ لوگ آپ کی تعریف کریں گے تو اس کی نگاہ میں یہ نیکی کا کام شمار نہ ہوگا قرآن پاک میں تصریح کر دی گئی ہے کہ جس کام کا مقصد صرف دکھاوہ اور نمائش ہو اس کی حقیقت مہربان سے زیادہ نہیں فرمایا۔

یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمالکم کو احسان دھر کر اور دستا کر بہ باد والا ذی کا لذی یبفق نہ کرو۔ جس طرح وہ شخص اپنے مال کو بہ باد کرتا ہے جو لوگوں یومئذ باللہ والیوم الآخر کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور خلا اور قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔ (بقرہ ع ۲۶۴)

اسی قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مختصر لیکن جامع مانع الفاظ ارشاد فرمائے۔ اتم الاعمال بالنیات (بخاری شریف) انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہیں۔

الغرض عمل کا نیک و بد ہونا تمام تر نیت اور ارادہ پر موقوف ہے۔ اور اسی لئے اخلاق کی بحث میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حسن نیت نہ ہو تو کابلے سے بڑا کام بھی حسن خلق کے دائرہ سے خارج دنیاوی تعریف و ستائش کے حدود سے باہر اور روحانی خیر و برکت اور ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔

اخلاق کے لئے ایمان کی شرط | جب یہ ظاہر ہو چکا کہ اخلاق کی تمام تر بنیاد ارادہ و نیت یعنی قلب کے عمل پر

حکم ہونے کے ساتھ اس کے تائیدی ماتخذ و محرکات ضمیر فطرت و وجدان اور عقل سب ہوں۔ اسی طرح معیار اخلاق کے اختلافات میں بھی توافق ممکن ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان بغیر کسی ذاتی غرض و غایت کو خیال میں لائے ہوئے محض اپنی فطرت کے اسرار یا ضمیر کی پکار سے مجبور ہو کر ایک کام کو انجام دے یا پنا فرض سمجھ کر اس کو پورا کرے یا اس کے ساتھ کسی مصلحت عامہ کی افادی حیثیت بھی اس میں ملحوظ ہو مادہ وہ روحانی تکمیل کا بھی ذریعہ ہو۔ اسلام کے اخلاقی فلسفہ میں یہ سب جہتیں ایک کام میں مجتمع ہو سکتی ہیں۔

اسلام نے اخلاق کا کمال یہ قرار دیا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر ادا کئے جائیں کہ یہ خدا کے احکام ہیں۔ وہ خدا کے دوسرے فطری احکام کی طرح ہمارے اندر ودیعت ہیں اپنی احکام الہی کے مطابق ہمارا ضمیر جذباتی اخلاقی حاسہ اور عقل میں سے جس ایک کو یا سب کو اصل کیئے جونا چاہیئے۔ ان میں باہم جس حد تک باہمی مطابقت و موافقت زیادہ ہوگی اسی قدر انسان کا روحانی کمال بلند ہوگا۔ اور جس حد تک ان میں کمی ہوگی اسی حد تک اس کے کمال میں نقص ہوگا۔ اگر کسی نیک سے نیک کام کو کوئی انسان صرف اپنے ضمیر کی آواز یا صرف فرض یا وجدان یا حصولِ مسرت یا افادہ عام کی غرض سے انجام دے۔ مگر خدا کے حکم کی حیثیت اس میں ملحوظ نہ رکھے۔ تو وہ کام بھی اسلام کی نظر میں ثواب اور تہذیبہ روح کا ذریعہ نہیں۔

بے غرضی | اسلام میں اخلاق بھی دوسری کئی چیزوں کی طرح عبادت ہے۔ اس لئے اس کی غرض و غایت بھی ہر قسم کی دنیاوی، نفسانی اور ذاتی اغراض سے پاک ہونی چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ان کاموں میں کوئی نیکی اور ثواب نہیں۔ اور نہ ان کی حیثیت باقی رہے گی۔

والذین کفروا عما لهم
کسل ببقیعہ
ان کے کام ایسے ہیں جیسے کہ
الظآن ماءً حتی
میدان میں بیت، اکہ پیاسا
اذا جاء له یجدہ
دور سے اس کو پانی پہنچے جب
شیئاً (نورع ۱۵)
وہ وہاں جائے تو اس کو کچھ
نہیں پاتے۔

یہی وہ مشعل ہے جو ہماری تیرہ دہائیوں کی روشنی ہے
یہ نہ ہو تو ہم کو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آئے۔ اور
اپنے کسی کام کی کوئی غایت معلوم نہ ہو۔

او ظلمات فی بحر لہجی
یا خدا اور قیامت کے نہانے والوں
یفتنا: موج من فوقہ
کے کاموں کی مثال ایسی ہے کہ اندھیر
موج من فوقہ سحاب میں گہرے دریا میں اسکو ہر ڈھانکے
ظلمات بعضہا فوق ہے اس لہر پر دوسری لہر ہے۔ اس پر
بعض ادا حرم ید لہر یکا گھٹا چھائی ہے تاریکیاں ہیں۔ ایک پر
ومن لم یجعل اللہ لہ فورا
ایک جب اپنا ہاتھ نکالے تو سوچتا
فما لہ من فورا (نورع ۱۵)
نہیں۔ اور جس کو اللہ نے روشنی
نہیں دی اس کو کہیں روشنی نہیں۔

(باقی آئیدہ)

ہے تو قلب کی اندرونی کیفیت اور حالت کی راستی کے
لئے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ کوئی ہستی ہے جو ہمارے دل
کے گوشہ کو ہر طرف سے بھانک رہی ہے ہم جمع میں ہوں یا
تنہائی میں، اندھیرے میں ہوں یا روشنی میں تاہم کوئی
ہے جس کی آنکھیں اس کے دل کی تڑپ کو ہزار پردوں میں
بھی دیکھ رہی ہیں۔ دنیا کی تمام قوتیں صرف جسم پر حکمران
ہیں۔ مگر ایک قدرت والا ہے جو دل پر حکمران ہے۔ پھر
یہ اعتقاد بھی ضروری ہے کہ ہم کو اس ہستی سے آگے اپنے
تمام کاموں کا جواب دہ ہونا ہے۔ اور ایک دن آئینہ کا
جب ہم کو اپنے اعمال کی سزا یا جزا ملے گی۔ جب تک یہ دو
خیال دل و دماغ میں جاگزیں نہ ہوں گے۔ اچھے اعمال کا
اچھے ارادہ سے وجود قطعی محال ہے۔ اسی لئے وحی محمدی
نے خدا اور قیامت پر ایمان لانا ہر نیک عمل کی بنیاد قرار
دی ہے۔ کہ بے اس کے ہر کام محض برباد و نامائش بن جاتا
ہے۔ یہی ایمان صحیح ہے جس سے حسن نیت پیدا ہوتا ہے۔
آب حیات کا وہ سرچشمہ ہے جو نہ ہو تو ہمارے اعمال سب
سے زیادہ بے حقیقت ہیں۔

برکات تلاوت قرآن مجید

(از مولانا حاجی افتخار احمد صاحب گوی)

تیسرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں
آج کس میسر کی حالت میں نظر آ رہی ہیں۔ صبح صادق کے
وقت مسلمانوں کے گھروں سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز
سنائی دیتی تھی مسلمان کا سینہ قرآن مجید کی یاد سے مملو ہوتا
تھا مسلمان قرآن مجید کو حفظ کرنا فرض جانتا تھا۔
آج مسلمانوں کے پاس قرآن مجید تو موجود ہے لیکن

میری انتہائے شگاہش یہی ہے
الحمد و بے دینی کی وجہ اس قدر عام ہو رہی
ہے کہ حاجت بیان نہیں۔ دین سے بے رغبتی انتہا کو پہنچ
چکی ہے یہی احکام پر چلنا عام سمجھا جاتا ہے۔ دین کے
احکام کو پس پشت ڈالنا فرسبھا جاتا ہے مسجد میں جو کہ
مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا کبھی گہوارہ ہوا کرتی تھیں

اولئك هم الامم الخاسرون خاسرے شک یہ لوگ ایمان والے ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق پر غور کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہماری قوت ایمانی کہاں تک ہے۔ اگر ظاہری جلد پر ذرا بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو فوراً ڈاکٹر کے پاس دوڑتے ہیں۔ تو کیا ہمیں سب سے زیادہ عزیز چیز کا علاج نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس کا واحد حل اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف قرآن مجید کو پڑھنا پڑھانا سمجھنا سمجھانا ہے۔ حضرت سرور کائنات نے قرآن حکیم کے پڑھنے پڑھانے کے متعلق کئی تاکید فرمائی ہے جس طرح حضور بذات خود کلام الہی کی تلاوت اور اس کے حفظ اور اس کی اشاعت کے علیرہ تھے۔ ایسے ہی صحابہ کرام کو اور امت کو بھی اسی طرف رغبت دلائی۔

عن عائشة المأه بالقرآن مع سفرة الکرام البررة والذی یقرء القرآن یتبعه عرفیه وهو شاق علیہ
ذلك اجران (اسلم شریف)

ترجمہ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن لے کر پڑھنے فرشتوں کے ساتھ ہوں گے۔ جو بڑی عزت والے اور بڑے برگ ہیں۔ اور جو شخص قرآن کریم کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور نہایت مشکل سے اس کے حروف کو ادا کرتا ہے اس کے لئے دو چاند اجر ہے۔

ع۔ عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

ترجمہ حضرت عثمان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سب سے بہتر وہی شخص ہے جو کہ قرآن کو سیکھتا اور سکھاتا ہے۔

عن ابی موسیٰ (الشعری) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اومن الذی یقرء القرآن کالارحۃ طعمہا

الما یوں میں بند ہے۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے
برہن اذبتان طاق خود آراست
تو قرآن را ستر طاقے نہادی

مگر ابوں کو براہ راست پر لانے کے لئے جتنی نوع انسان کو بلند کرنے کے لئے ہزاروں کتب لکھی گئی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ لیکن جتنی نوع انسان کے مٹنے سے پہلے وہ کتابیں ہی مٹ گئیں۔ وہی کتاب اپنی طرف بلا سکتی ہے۔ جو مستقل دائم و قائم رہنے والی ہو۔ اور وہ صرف قرآن شریف ہی ہے جس پر عمل کرنے والے کے لئے دونوں جہاں میں سرخروئی ہے۔ اور جو آنکھیں بند کر لے۔ اور اس کی ہدایتوں پر عمل کرنے سے بہرہ منی کرے۔ اس کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اس کی ہر کوشش بیکار چائے گی۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے کہ میں ہدای، للمتقین ہوں۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت دینے والا اور تندرست کر کے للمتقین پرہیزگاروں کے لئے نصیب ہے۔

حضرت بی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایمان والے کی یہ علامت بتائی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرتک حسنک و ساءتک سیئتک فانک مومن۔

ترجمہ اے میرے امتی مسلمان جب تو اپنی نسبت اور اپنے متعلق یہ دریافت کرنا چاہے کہ تو ایمان والا ہے کہ نہیں۔ تو اس طرح آزمائش کر لیا کر اذا سرتک حسنک یعنی نیک کام اور عمل خیر کرنے سے تیرا دل باغ بارغ ہوتا ہے۔ اور برے کام سے تیرا دل رنجیدہ ہوتا ہے۔ فانک مومن پس تحقیق تو مومن ہے۔ پھر تیرے مومن ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ایسے ہی اللہ جل مجدہ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اذا ذکر اللہ وجدن قلوبہم یعنی جن کے دل ذکر الہی سے ڈر جاتے ہیں

(ترجمہ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ قرآن مجید پڑھا کر وہ اس لئے کہ وہ قیامت کے دن پڑھنے والوں کے لئے سفارش بنے گا۔

مذکورہ بالا حدیثوں سے صاف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف پڑھنے پر کسی کتنی اشد تاکید فرمائی ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں احادیث کا ذکر کر دیا ہے۔ ورنہ صحاح میں اس مضمون کی حدیثیں بہت کثرت سے درج ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور ذوق شوق کے ساتھ پڑھنے پر ہر کس کا ثواب کس قدر عظیم ہے۔ اور اس تلاوت کی برکت سے کس قدر روحانی بہاریوں کا علاج ہوتا رہتا ہے۔ اور گناہ و نافرمانی کی وجہ سے قلوب پر اگر زنگ چڑھ گیا ہو تو کام الہی کے اس آبِ نال سے وہ تمام کہ و تین مٹ جاتی ہیں اور انعکاس کے قابل ہو جاتے ہیں۔ پس اسے بہترین تشوہ شفا کے استعمال کرنے اور اپنے باطن کو باطنی بردگ سے محفوظ کرنے میں کسی مسلمان کو کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور جس قدر وقت بھی میسر ہو سکے اس بہترین مشغلہ میں گزار کر عبادین کی کامیابی حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔

ماہِ رمضان المبارک

مختیر مسلمان عام طور پر ماہِ رمضان میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ایسے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ زکوٰۃ کی تقسیم کے وقت مجلس مرکزیہ حزب الانصار و دار العلوم عزیزیہ کو بھی یاد رکھیں۔

(یمنیہ)

طیب و دیکھا طیب والمومن الذی لا یقراء کالتمہ قطعھا طیب و لا یمح لها (ترجمہ) ابوموسیٰ اشعری رضی بنی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نارنگی کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے۔ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کجور کے مشابہ ہے جس کا ذائقہ تو اچھا ہے مگر خوشبو نہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ و یتدارسونہ بقیہم الا نزلت علیہم السکینۃ و غشیہم الرحمۃ و حففتہم الملائکۃ و ذکرہم اللہ فین عندہ (رواہ مسلم۔ ابوداؤد)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں جو لوگ جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے رہے اور آپس میں یاد دوسرے کو درس دیتے رہے میں تو ان پر سکینت الہی کا نزول ہوتا۔ اور رحمت الہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقروا القران فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعاً لاصحابہ (مسلم)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نہر کا

حوالہ ضرور دیا کریں

ردِ رفض

فرقہ شیعہ کی مختصر تاریخ

(انہ جناب مولانا سید سراج الدین صاحب کا کاخیل)

(۲)

نے اپنے متعدد خطبوں میں ان حضرات کی اس روش کی تحسین و تفرین فرمائی۔ اور ان کی مدح و ستائش کر کے ان سے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

(۲) دوسرا فرقہ شیعہ تفضیلیہ کا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما سے بھی بڑھ کر درجہ دیا کرتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابن سبا کے اس ابتدائی پروپیگنڈ کا شکار ہو گئے تھے۔ جو اس نے اول اول اپنی ضلالت کی اشاعت کے لئے پہلی سیڑھی بنا کر اس بات کی اشاعت کی کہ شش کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ہے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں ماس فرقہ تفضیلیہ کے ان خیالات کا جب حضرت مرتضیٰ کو علم ہوا تو انہوں نے سخت تہدید و تنبیہ کر کے لوگوں کو اس عقیدہ سے باز رکھنے کی کوشش فرمائی۔ اور فرمایا کہ جس کے متعلق میں سنوں کہ وہ مجھ کو حضرت شیخین پر فضیلت دے رہا ہے میں اس کو حد قذف کے استی ذرے لگاؤں گا۔

(۳) تیسرا فرقہ شیعہ سببیہ کا تھا۔ جن کو برائی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ تمام صحابہ کرام کو نعوذ باللہ ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق سمجھتے تھے۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین و جمل لڑنے والوں کو برا بھلا کہنا ان کا وظیفہ تھا اس لئے حضرت معاویہ اور ان کے علاوہ حضرت طلحہ و زبیر کے بارے میں بھی خوب گستاخیاں کرتے تھے۔ اور یہ سب مشاہرات حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد ان کے قصاص کے مطالبہ کے سلسلے میں وقوع پذیر ہو گئے تھے اس لئے حضرت عثمان غنی کے متعلق بھی زبان لعن و طعن

مدائن چاکر ابن سبائے وہاں بھی اپنی فتنہ بازیوں اور اضلال و فساد جاری رکھا۔ اور اپنے ساتھیوں اور خاص شاگردوں کو آذربائیجان اور عراق کے علاقوں میں منتشر کر کے اپنے قبیح اور کفریہ خیالات کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگا۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عداوت ام کی لڑائیوں اور ہجرت خلافت کی انجام دہی میں اس قدر مصروف و مہمک تھے کہ اس کی اور اس کے متبعین کی ان فتنہ ساز مانیوں کے دفعہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ اور اس طرح اس کے ان باطل خیالات و نظریات کو خوب پھیلنے اور پھیلنے پھولنے کا موقع ملتا رہا چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ ابن سبا ان شرانگیزوں اور دیسیہ کاریوں میں لگا ہوا انحریب عقائد کی ہم سر انجام دے رہا تھا اس کے خیالات کے رد و قبول کے لحاظ سے چار گروہ بن گئے تھے۔

(۱) اول تو مخلص اور صادق العقیدہ مسلمانوں کا وہ گروہ تھا جو کہ حضرات اہل سنت و الجماعت کا پیشوا و مقتدا ہے۔ یہ حضرات حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روش اور مسلک پر صحیح طور پر گامزن اصحاب کہاں انہ واج مطہرات کے حقوق کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والے ہر دم کے غل و غش اور رشک و نفاق سے اپنے سینوں کو پاک و صاف رکھنے والے سچے ایماندار تھے۔ اس طبقہ پر تلمیذ کی کوئی دیسیہ کاری اور دیوبند انداز ہی ان پر اثر انداز نہ ہو سکی۔ اور ان کا دامن تمام شر و بد خباثت کی آلودگیوں سے محفوظ و مصون رہا حضرت مرتضیٰ

وہ اند کرتے اور ہکواس بکتے رہتے خلیفہ ثالث کی خلافت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح چند اور اصحاب کبار کے انتخاب اول اور حضرات شیعین کی خلافت پر مبنی تھی۔ اس لئے یہ لوگ ان تمام مقدس نفوس اور پاک طینت اکابر اسلام پر سب و شتم کے تیر پر ساتے رہتے۔ اس گروہ کی ان بدگوئیوں اور عیبوں کی اطلاع جب حضرت مرتضیٰ کو پہنچتی تو آپ خطبات ارشاد فرما کر ان لوگوں کو سخت و درشت الفاظ میں منع فرماتے۔ اور ان لوگوں سے اور ان کے عقائد و خیالات سے اپنی براءت و بیزاری کا اعلان فرماتے شیعوں کی معتبر و مستند کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ آپ نے جنگ صفین کے تباہ میں کچھ لوگوں سے سنا کہ وہ اہل شام کو سب و شتم سے یاد کرتے ہیں۔ تو آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا۔

اَللّٰی اَکْرَهَ لَکُمْ اَنْ تَکُوْا سَبَّابِیْنَ (ج ۱ ص ۳۶ مصری)
مجھے یہ برگزیدہ نہیں کہ تم برا بھلا کہتے والے بن جاؤ اور اس کے علاوہ بعض اور اس قسم کی بدوائیں ابتدا مضمون میں آپ پر پڑھ چکے ہوں گے جن میں حضرات شیعین اور دوسرے اصحاب کبار کے ساتھ کجبت و علق رکھنے کی پُر زور تاکید فرمائی ہے۔

(۴) چوتھا فرقہ ان غالی شیعوں کا تھا جو ابن سبا کے خاص انخاص اور آخری درجہ کے کامل شاگرد تھے جو حضرت علی کی اہمیت کے قائل تھے کہ تعوذ باللہ تعالیٰ حضرت مرتضیٰ کے اس بدن میں حلول کر گئے ہیں۔ یہ گروہ تمام فرقوں میں سب سے بڑھ کر غالی اور شدید ترین کفر کا مقتدر تھا۔

مندرجہ بالا تفصیل تقسیم سے قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ شیعوں کے اصل میں تین فرقے ابتداء

بدیاطن اور خبیث یہودی نے ہر ایک فرقہ کو علیحدہ علیحدہ رنگ میں گمراہ کر کے صراط مستقیم سے ہٹا دیا اور یہ تینوں گروہ ایک ہی زمانہ میں ایک ہی بانی کے ہاتھوں عالم وجود میں آئے لیکن ان تینوں گروہوں میں بھی فرقہ غالبہ اور فرقہ تفضیلیہ کی نسبت اس تہائی فرقہ کو اس وقت بھی اور بعد میں بھی زیادہ عموم و شیعہ نصیب ہوا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ غالبہ کے اعتقادات یعنی الوہیت حضرت مرتضیٰ وغیرہ اس قدر ظاہر البطلان اور ان کے کلمات اس قدر وحشت انگیز ہیں کہ کوئی شخص ان خرافات کو سننے اور ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ آج ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی یقوت ان مزخرفات کے جال میں پھنس کر اس گروہ میں داخل بھی ہو جاتا ہے لیکن خود سوچنے یا کسی کی نصیحت نصیحت کے بعد جلد از جلد ایسے گندے خیالات سے رجوع بھی کر لیتا اور فرقہ تفضیلیہ کو اس لئے ترقی نصیب نہ ہو سکی کہ وہ لوگ مؤمنین مخلصین اور تہائی شیعوں دونوں سے کٹ کر علیحدہ ہو گئے تھے تہائی اپنے زعماء طل میں محبت اہل بیت اور حضرت علیؑ کی صحیح عقیدت اس پر منحصر سمجھتے تھے کہ تمام صحابہ کرام کو سب و شتم اور لعن و طعن کے تیروں سے مجروح کیا جائے۔ صرف فیصلت حضرت علیؑ کے عقیدہ کو یہی عقیدت و محبت نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے تفضیلیہ سب و شتم نہ کرنے کی وجہ سے ان کے عقیدہ میں شیعیان علیؑ میں داخل نہیں تھے۔ اور وہ مرادارانہ تھے کہ ان کو بھی اپنی صف میں شامل کریں۔ دوسری طرف صحیح العقیدہ مخلص مسلمان ان کو حضرت علیؑ کی روش کے خلاف اور بقول حضرت علیؑ اس عقیدہ تفضیلیہ کی وجہ سے ان کو مفتری اور قائل حدیث فتنین کر رہے تھے۔ اس لئے ان کی نظروں میں بھی وہ حق ذلیل اور صراط مستقیم سے برگشتہ و منحرف تھے

اور تبرائی گروہ اس لئے کچھ کثرت سے پھیلا دکا تھا کہ انہوں نے ایک طرف تو محبت اہل بیت اور حضرت علی کی دامادی کا خوب سراپا لگینڈ کیا۔ اور پھر واقعہ فدک اور شاجرات صحابہ اور دوسرے معمولی معمولی واقعات کو اپنی تائید میں پیش کر کے کہتے کہ دیکھو ان صحابہ نے ان کا حق غصب کیا۔ ان پر ظلم و تشدد کیا۔ اور اس طرح صحابہ کے ساتھ بغض و عناد پیدا کرتے اور طعن و لعن کرتے رہے۔ اور حضرت علیؑ اس سلسلہ میں جس قدر تبذیر و ہتھ پیر فرماتے اس کو تنقید اور ان کے ضعف و بچاؤ کی پیمائش کرتے تھے۔ غرض ان مختلف مکاتیب اور گونا گوں چالاکوں سے انہوں نے بہت سے ان لوگوں کو ساتھ ملا لیا جو عراق و ایران کے نو مسلم تھے۔ بہت سے ایران سے مجوسی حضرات شیخین و اہل اسلام کے ساتھ قلبی عداوت و بغض کی بناء پر اس گروہ میں شامل ہوتے رہے۔ تاکہ شیعہ علیؑ کو ان کی اور اسلام کا لباس اوڑھ کر وہ اپنے دلوں کی بھڑاس نکال سکیں۔ اور ان زھوسس قہر کے متعلق ہر ذرہ سرٹیاں کر کے اپنی زبانوں کو ناپاک کر سکیں۔ یہ تھی ابن سباؑ ہودی کی شرارت و منافقت جو ایک عظیم الشان فتنہ اور دائمی تباہی و بربادی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اور آج تک اس کی روحانی ذریت یعنی یہ تبرائی شیعہ بازاہول اور مڑکوں پر دنیا بھر کی ان عظیم الشان ہستیوں کو سب و شتم کے ساتھ یاد کرنا اور ان کے متعلق بکواس بکنا ایک کارِ ثواب اور فرضیہ ایمانی سمجھتی ہے۔ یہ سب کچھ محبت اہل بیت اور عقیدت حضرت علیؑ کے نام سے آج بھی کیا جا رہا ہے۔ اور اس زمانہ میں ان منافق یہودیوں اور مجوسیوں نے اسی نام سے سب شر انگیزیوں کی تھیں لیکن اب آپ دیکھ لیں کہ ان لوگوں نے خود حضرت علیؑ کو کس قدر ستایا اور

ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچی کر ہمیشہ اپنے سے برا کر دیا۔

پیروان ابن سبا وہ لوگ جو کہ ضعیف الایمان اور منافق طبیعت تھے۔ اور جنہوں نے حضرت شاہان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے جرم عظیم کا ارتکاب کر کے اپنے کو سوائے عالم بنایا تھا۔ اور وہی لوگ جیسا کہ گذر چکا ابن سباؑ ہودی کے متبع و مقلدین کہ محبت حضرت علیؑ اور محبت اہل بیت کے پردہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بدگویاں کرتے رہتے تھے۔ یہ گروہ چونکہ اپنے اعمال و کردار کی وجہ سے کافی بدنام اور مشہور ہو چکا تھا۔ اور ان مسلمانوں کے ملکوں میں جا کر زندگی گزارنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے خواہ مخواہ اپنے کو حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متوسلین کی صف میں داخل کیا۔ اور شکر اسلامی میں شامل ہو کر شیعہ علیؑ کہلاتے اور اپنے کو مخلصین کے زمرہ میں شمار کرتے رہے لیکن لشکر میں شامل ہونے کے باوجود ہر موقع پر ان کی باطنی خباثت و منافقت جلوہ گر ہو جایا کرتی تھی۔ اور حضرت امیرؑ کے احکام کی صورتِ نازیباں آپ کے کلام مبارک کو سمیع قبول سے سننے اور اس پر عمل کرنے سے اعراض۔ بلکہ آپ کے ہر امر و نہی کے بالکل خلاف چلنا ان لوگوں کا دستور رہا مختلف حیلوں سے کوشش کرتے کہ کہیں کوئی منصب یا کسی علاقہ کی حکومت نیابت مل جائے۔ اور حضرت علیؑ کے شدید تقاضوں کے بعد متقاضی مصالح کا خیال فرما کر ان کو کسی حصہ ملک پر جب عامل مقرر فرماتے یا کسی اور ذمہ دار عہدہ سے ان کو خوش کر کے کام چلانے کا ارادہ فرماتے۔ تو وہاں متعین ہو جانے کے بعد ظلم و خیانت و شرواف سے بندگانِ خدا کو ستاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مال میں بے جا زیادتیاں کرتے۔ اور

اُن کا سب سے بدتر مشغلہ یہ ہوتا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے حق میں حسب عادت طعن و تشنیع کے لئے اپنی زبانیں کھولتے حضرت امیر المؤمنینؓ ان کے کارناموں، اقوال و اعمال سے بہت تنگ آ گئے تھے جنگ صفین کے موقع پر ہر یقین کے باہمی فیصلہ کے لئے جو دو حکم مقرر ہو چکے تھے۔ اولہ مقام دومۃ الجندل میں ان دونوں کا باہمی مشاورت کے بعد کوئی قطعی فیصلہ کرنا تھا۔ اس واقعہ تک حکم تک تو مخلصین کی کافی جماعت اور بڑے بڑے صحابہ کرامؓ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل اور ہر طرح داخل تھے۔ اس وقت تک ابن سبا کے ان متبعین کو کھل کر شہادت کرنے اور حضرت امیرؓ کو ستانے اور تنگ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔ تمام صحابہ کرامؓ کی نظریں اس واقعہ تک حکم پر لگی ہوئی تھیں چنانچہ ابوبخیہ و آیات سے ثابت ہے کہ بعض وہ صحابہ کرام جو حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ کے ان باہمی خلفاء میں بالکل کسی جانب حصہ نہیں بنے تھے۔ اور مدینہ طیبہ یا مکہ معظمہ میں کیسے ہو کر نہ ابدانہ نہ مذہبی گمراہ رہے تھے۔ اس موقع پر اس اہم فیصلہ کو سننے کے لئے وہ حضرات بھی دومۃ الجندل پہنچ گئے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان معاملات میں پہلے ذرہ بھر حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن امت کے اس آخری فیصلہ کیلئے لائے۔ وہ بھی دومۃ الجندل تشریف لائے تھے۔ دومۃ الجندل میں جو فیصلہ ہوا وہ درحقیقت ایسا فیصلہ نہ تھا جس کو قطعی اور تسلی بخش فیصلہ کہا جاسکے۔ اور اس سے وہ باہمی بخش اور غلط فہمی دور نہ ہو سکے جس کی بنا پر اہل شام اور حضرت امیرؓ کے درمیان مخالفت و مقابلہ کی ایک صورت بن گئی تھی۔ اس لئے اس واقعہ تک حکم کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ اور مؤمنین مخلصین کو

ایک گونہ ناامیدی ہو گئی۔ اس لئے اکثر حضرات وہاں ہی سے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ یا دوسرے قصبات اطراف ملک میں جا کر اور درنگ میں دین متین کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو گئے یعنی وہاں سے واپس لوٹ کر انہوں نے احکام شریعت کی ترویج، آداب طریقت کے ارشاد و احادیث نبویہؐ کی روایت اور قرآن مجید کی تفسیر و توضیح کا مشغلہ اختیار کر کے دین کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ مخلصین کی جماعت کے اور کاموں میں مصروف ہو کر لشکر سے علیحدہ ہو جانے کے بعد ابن سبا کے اُن پیروؤں کو اپنی شہادتوں کے لئے میدان خالی نظر آیا۔ اور پھر اس وقت انہوں نے خوب دل کھول کر حضرت امیرؓ کی بے ادبیاں بھی کیں۔ اور ان شیعیان علیؓ نے ہر قسم کی دل آزاریاں کر کے آپ کو ہمیشہ آزر دہ خاطر رکھا۔ یہ جو کچھ عرض کیا جا چکا یہ تاریخی حقیقت ہے اور مختلف معتمد تاریخوں سے مندرجہ بالا بیان کا حرف بہ حرف اثبات ہو سکتا ہے۔ لیکن شاید کوئی ایسا شخص جو "شیعہ پریجیڈنٹ" کا شکار ہو کر تمام اہل سنت و الجماعت علماء و مورخین پر سخت بدظن ہو۔ اور اس کو ان باتوں کے تسلیم کرنے میں اس لئے تامل ہو کہ یہی تاریخوں سے ماخوذ اور سنی علماء کی فرمودہ ہیں۔ اس لئے شیعوں کی معتبر کتاب "نج البلاغۃ" سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وہ خطبے اور آپ کے وہ ارشادات نقل کر کے فیصلہ خود قارئین پر چھوڑ دیتا ہوں۔ تاکہ خود بات کھل جائے۔ کہ ان لوگوں نے آپ کو کس قدر تکلیفیں دیں۔ اور آپ نے اُن سے کس قدر شکایتیں کیں۔ اور بار بار بار بار افسوس و برائت کا اظہار فرمایا۔

مصر میں محمد بن ابی بکر کے قتل ہو جانے کی خبر جب حضرت مرتضیٰؓ کو پہنچی تو آپ نے حضرت عبداللہ

بن عباسؓ کو ایک خط لکھا۔ فرماتے ہیں۔

اما بعد فان مصرقہ مصر فتح ہو گیا۔ اور محمد بن
افتحت و محمد بن ابی ابی بکرؓ شہید ہوئے میں اللہ تعالیٰ
بکرؓ قد استشهد عند اللہ سے اس خیر خواہ لڑکے اور محنتی
مختبہ ولد ناصحاً و کارکن کاٹنے والی تلوار اور
عامل کا دھاویہ و قاتل قاتل و فوج کے صدر کے، اجر و ثواب
تا طعاً و کثافاً و فداؤد کی امید رکھتا ہوں۔ میں نے تو
کنت حشنت الناس لوگوں (مدعیان شیعیت) کو اس
علی الحاقہ و امرتھم کی رہافت کے لئے بہت ابھارا
بغیائہ قبل الوقعہ تھا۔ اور ان کو حکم دیا تھا کہ اس
و دعوتہم بہاً و جہراً کی فریادیں کرنے کے لئے اس واقعہ
و عوداً و بدلاً منہم لاتی کے پیش آنے سے پہلے حاضر ہوں
کارہا و منہم المعتل میں نے اس کام کے لئے ان کو
کاذباً و منہم لکاذب خفیہ اور ہر ملایا ہوا بار اور ابتداء
مازلہ و اسأل اللہ ان یجعل منہم فرجاً عاجلاً لیکن ان
یجعل منہم فرجاً عاجلاً میں سے بعض کو بہت طبع کے
فواللہ لو لاطعی عند ساتھ آئے۔ اور بعض نے بالکل
للقای عدوی فی الشہادہ جھوٹے بہانے بنائے اور بعض
و توطیئ نفسی علی المنیۃ نے جھوٹ کہہ کر امداد ترک
لا حببت ان لا ابقی کر دی۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال
مع ہولاء یوماً واحداً کرتا ہوں۔ کہ وہ جلد انہ مجھ
ولا التقی بہم ابداً (بیچ الیافہ جلد ۲ مصری) کو ان لوگوں سے فراغت نصیب
فرمائے۔ خدا کی قسم اگر دشمن سے مقابل ہو کر شہادت
پانے کی رغبت نہ ہوتی۔ اور اپنے نفس کو موت کے لئے
تیار نہ آمادہ نہ کیا ہوتا۔ تو میں تو ضرور یہی دل سے
چاہتا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ رہوں
اور ان کے ساتھ عمر بھر کبھی بھی نہ ملوں۔
ایک دوسرے خط میں ان شکریوں کو خطاب

کر کے فرماتے ہیں۔ جو آپ کے حکم فرمانے کے باوجود جہاد
سے پہلو ہتی کرتے اور جگہ سے نہیں ہٹتے تھے۔
(منہاج المیرۃ جلد ۲ ص ۴۹)

ایہا الناس المجتبعۃ اے وہ لوگو! جن کے بدن تو آپس
ابدانہم المخلطۃ اھوا میں مجتمع ہیں۔ لیکن دل کی خواہشیں
کلا حکم یوھی بالصتم ایک دوسرے سے مختلف ہیں تمہاری
الصلاب و فعلکم یطعم باتیں ایسی ہیں کہ وہ سخت ٹھوس
فیکم لاعلاء تقوون پتھروں کو بھی سست کر دیتی ہیں
فی الجاس کیت و کیت اور تمہارے افعال دشمنوں کو
فاذا جاء القتال قلتم تم پر کامیاب ہونے کی طمع دلاتے
جیدی جیاد و انتہم ہیں۔ مجلس میں بیٹھ کر لڑائی کے
جیدی و حیارسی ما متعلق لاف نہ نیاں تو خوب کرتے
عشرت دعوتہ من عالم ہو۔ لیکن جب لڑائی پیش آ جائے
ولا استراح قلب من تو کہتے ہو کہ اسے لڑائی دودہ
قاساکہ اعایل باضلیل اور تم پہلو ہتی کرنے والے اور
دفاع ذی الدین المظلول حیران رہ جاتے ہو۔ اس شخص
کی (یعنی میری) دعوت کامیاب و باقوت نہ ہو سکی جس نے
تم کو بلایا۔ اور اس کا دل کسی طرح کی راحت پانے سکا جس
نے تمہارے لئے مشقتیں برداشت کیں تم فریب کاریوں
سے بہانہ سامیاں کرنے والے ہو۔ جس طرح قرضہ میں
لیت و لعل کرنے والا قرضدار ٹال رہا ہو۔

ایچی دایر بعد دایکم اپنے اس گھر کی حفاظت نہ کرنے کے
تمنعون و مع ای بعد آخر تم پھر کس گھر کی حفاظت
امام بعدی قاتلون کرو گے۔ اور میرے ساتھ رہ کر
المغرور و اللہ من حق کے لئے لڑنے سے پہلو ہتی کرنے
غمر تموہ و من فایکم کے بعد آخر اور کس امام کے ساتھ
نقد فاذی اللہ بالسلم مل کر حق کے لئے جہاد کرو گے،
الاخیب و من رمی خدا کی قسم جس کو تم لوگوں نے
بکم نقد رمی با فوق صلی دھوکا دیا وہ بڑا فریب خوردہ

اصبحت والله لا اصدق (۱) ہے جس نے تم کو ہاتھوں میں لینا چاہا تو لکھ لا اطمع فی نفسکم واللہ اس کو بالکل ناقص حصہ یا محرومی ولا اعد العدو بکم کا تیرا تھا آیا اور جس نے تمہارے (بیخ البلاغۃ جلد اول) ذریعہ سے کسی پر تیرا چھینکا تو اس نے ایک ایسا بے گام تیرا چھینکا ہے جس کا سونا رشکستہ اور اس کا دھار دھار پھیل بالکل نہیں خدا کی قسم میں نہ تمہاری بات سچی یقین کرتا ہوں اور نہ مجھے تمہاری امداد کرنے کی کوئی امید ہے اور نہ تمہارے سے دشمن کو ڈراتا ہوں۔

نہروان کی لڑائی کے بعد حضرت مرتضیٰ نے اہل شام کی لڑائی کے لئے اپنے لشکر کے لوگوں کو آمادہ ہونے کی ترغیب دی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے تیر ختم ہو چکے ہماری تلواریں کند ہو گئیں ہم اپنے شہر کو ڈرنا چاہتے ہیں وہاں تیاری کریں گے کچھ اور لوگ بھی ساتھ لیں گے حضرت امیر سمجھ گئے کہ یہ صرف بہانہ ساندیاں ہیں اس لئے آپ نے مزید ترغیب دلائی اور فرمایا یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التي كتب الله لكم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتقلبوا خاصرین (ترجمہ) اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کی ہے داخل ہو جاؤ اور پیچھے ہٹ کر اپنے پاؤں واپس مت ہو جاؤ ورنہ سخت نقصان و خسارے والے بن جاؤ گے مگر لوگ اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ سخت سردی ہے ہم کیسے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح تمہارے واسطے سردی ہے اُن کو بھی تو یہ سردی ستاتی ہے مگر وہ لوگ اپنے انکار اور بہانہ ساندیوں پر ڈٹے رہے آپ نے فرمایا افسوس صد افسوس تمہاری اس حالت پر اور پھر آیت پڑھی۔ تا لو یا موسیٰ ان فیہا قومًا جبارین و ان لن ندخلہا حتی یخربوا منہا فان یخربوا منہا فانا داخلون ۳۱ کے بعد کہ لگ بھگ اور انہوں نے غدر پیش کیا کہ اکثر

لوگ دشمنی اور تھکے ہیں چند روزہ کو ڈرنا چاہتے ہیں پھر چلے جائیں گے۔ آپ دل میں تو اس پر ناراض تھے مگر مجبوراً ان تمام کو ساتھ لے کر کوڈ کی طرف آئے مقام خیمہ متصل کوڈ میں ڈیرا ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب لشکر گاہ ہی میں رہیں اور اپنے اہل و عیال کے لینے کے لئے نہ زیادہ نہ جایا کریں تاکہ جلد از جلد اہل شام کے مقابلہ کے لئے روانگی ہو سکیں مگر آپ کی یہ بات انہوں نے بالکل نہ مانی اور کوڈ چلے گئے لشکر گاہ خالی ہو گیا سوائے چند خاص آدمیوں کے آپ کی رفاقت میں کوئی بھی نہ رہا۔ جو لوگ کوڈ گئے تھے اُن میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا اور جو چند ساتھ رہ گئے تھے وہ بھی اور ٹہرے رہنے پر صبر نہ کرتے تھے جب آپ نے یہ حالت دیکھی تو لشکر گاہ سے کوڈ تشریف لے گئے لوگوں کو جہاد کے لئے بار بار ترغیب دی ہر طرح سے اُن کو ابھارا اُن میں سے کوئی بھی کوچ کرنے کے لئے تیار نہ ہوا آپ نے چند روز تک انتظار فرمایا کہ شاید اس طرف ان کی توجہ ہو جائے مگر آخر تک ناکامی رہی اس واسطے آخر کار آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ بیخ البلاغۃ میں موجود ہے۔

(یہ تمام تفصیلی واقعہ بیخ البلاغۃ کی شرح منہاج البراعۃ جلد ۱ ص ۱۵۵ شیعہ محمد حبیب اللہ بن محمد عوفی اکاڈریجانی سے ماخوذ ہے)

آیت لکم لحد سمیت ہائے محمد پر تمہارے بار بار الزام تھا بکم ارضیتہم بالحوایۃ لکاوینے سے میں تو دل تنگ اور الدینا من الآخرة و پریشان خاطر ہو گیا ہوں کیا تم آخرت بالذل من العز خلقت کے بدلے میں دنیا کی زندگی پر اور اذاد عوتکم الی اجہاد عزت کی بجائے دولت کی زندگی پر عداوتکم دادتھا عنینکم راضی ہو گئے ہو۔ جب میں تم کو کاٹکم من الموت فی دشمن کے مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں غمگین و من الذہول فی تو تمہاری آنکھیں یوں پھر نے لگی

سکے اور فتح علیکم حوالی
 حواری فتحہون نکات
 قلوبکم ما لوستہ فانتم
 لا تغفلون ما انتم لی
 بنقۃ سبعین الیابی ما
 انتم برکن یال بک
 ولا ذرا ضربت فتنرا لیک
 ما انتم الا کابل ضل
 رعاقھا فکلما جنت
 من جانب انتشار
 من آخر لبس بعلہ
 سعرا نار الحرب انتم
 نکادون ولا تکیدون
 وینقص اطرافکم فلا
 تمتنعون لا ینام عنکم
 دانتم فی غلۃ سائلا
 انحراب السانہ جلد اول
 ہو گئے ہوں تو پھر ان کو جب ایک طرف سے اکٹھا کیا جائے
 تو وہ دوسری طرف سے منتشر ہو جاتے ہیں اللہ کی
 قسم تم ہی لڑائی کی آگ کے پیر سے جلائے والے ہو اور
 اب دشمن تمہارے مقابلہ میں اندیریں کرتے ہیں اور تم
 کچھ نہیں کرتے اور تمہارے ملک کے اطراف گھٹائے
 جا رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی غصہ نہیں آتا دشمن نہیں سوتا
 اور تم غفلت میں پڑ کر سب کچھ بھول جانے والے ہو
 ایک اور خطبہ میں ان لوگوں کے شر مزید اعمال اور
 بد وقت جنگ میں دہزدلی دکھا کر بھاگ جانے اور یہاں نہ
 سانیوں اور حیلہ تراشیوں سے تنگ ہو کر ارشاد
 فرماتے ہیں۔

(منہاج البراعہ جلد ۲ ص ۱۷۴)

کہہ اور ایک کہہ کما نڈاری
 البکاسر العبدۃ والنیاب
 المتذاعیہ کما حیصت
 من جانب ففتکت من آخر
 اکلا اطل علیکم منہ من
 مناسرا هل الشام غلق
 کل رجل منکد بابہ وانجر
 نجا الضبۃ فی جہرھا
 والضعف فی وجارھا الیل
 واللہ من نصرہ وہو ومن
 رعی بک تقدوی بأفوق
 ناصیل قاتلوا لہ
 لکتیر فی الباحات
 قلیل تحت الشایات والی
 لعالم ما یصلحکم ولقیہ
 او دکر ولکتی لادری
 اصلا حکم باسا دھنی
 اضرع اللہ خلد کر
 والحق جد و دکر لا
 تہرفون الحق کما عرفتم
 الباطل ولا تبطلون
 الباطل کا بطلان لکما الحق
 (منہج البراعہ جلد اول ص ۱۷۴)
 میں کب تک تمہاری وہ خاطر
 مہمات کروں گا جو کہ نہ فنی کو ہا
 والے اونٹوں کی کی جاتی ہے یا
 پھٹے پرانے کپڑوں کی اگر جب
 ایک طرف سے سی لئے جائیں
 تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے
 ہیں۔ جب تم پریشام کے مزاروں
 میں سے کوئی سردار حملہ آور ہو کر
 سربراہا جاتا ہے تو تم میں سے
 ہر شخص گھڑھاگ کر اندر سے
 دروازہ بند کر لیتا ہے اور یوں
 گھس جاتا ہے جس طرح گوہ
 اپنے بل میں یا پچھوپانے غار میں
 جا کر چھپ جاتا ہے واللہ تم نے
 جس کسی کی امداد کی اس کو ذلیل
 کر کے چھوڑا اور جو تمہارے
 ذریعہ سے تیرے کھیلے تو اس نے
 ایک ایسا تیرے پھینکا جس کا سرفاہ
 ٹوٹا ہوا اور دھار دار پھل
 موجود نہیں اور اس لئے بکاہ
 ہے اللہ تعالیٰ کی قسم نائنش کے
 میدان جنگ میں تو تم بہت ہو لیکن
 کے نیچے بہت کم ہوتے ہو۔ میں وہ طریقہ خوب جانتا ہوں
 جو تم کو درست کر سکتے اور تمہاری کچی کو سیدھا کر سکتے
 ہیں لیکن میں اپنے کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح نہیں کرنا
 چاہتا اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو خواہ و ذلیل کر دے
 اور تمہارے حصوں کو ہر چیز میں تباہ کر دے تم حق کو
 اس طرح نہیں پہچانتے جس طرح باطل کو پہچان رہے

ہو اور باطل کو باطل کرنے میں اس قدر کوشش نہیں کرتے جس طرح حق کو باطل کرنے میں لگے ہوئے ہو۔

آپ کے پاس جب اہل شام کے مختلف ممالک پر غالب ہونے اور بسرون اطاعت کے یمن پر قابض ہو کر وہاں کے عاملوں کے نکالنے کی خبریں پہنچیں تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اپنے لشکریوں کی نافرمانی، لڑائی سے گریز اور خیانت و فساد کی سخت شکایت کی۔ (منہاج البراعۃ جلد اول)

اَنْبِئْتُ بَسْرًا قَدْ اَطَاعَ الْيَمَنُ
وَالْفُتُوحُ لَاطَقَ هَوَادِ
الْقَوْمِ سَيِّدًا لَوْنِ مَنْكِهِ
بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى بَاطِلِهِمْ تَفَرُّقَ
عَنْ حَقِّكَ وَبَعْضُكُمْ اَمَّا مَكَّةُ
فِي الْحَقِّ وَطَاعَتِهِمْ اَمَّا مَكَّةُ
الْبَاطِلِ وَبَادَا تَمُومُ الْاَمَانَةُ
الْحَقِّ صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِهِمْ بِهَذَا
فِي بِلَادِهِمْ وَفَسَادُكُمْ فُلُو
اَنْفَعْتِ احَدًا كَرِهَ عَلَى تَعَبٍ
لِحَشِيَّتِ اَنْ يَذْهَبَ بَعْلًا
اَللّٰهُمَّ اِنِّى قَدْ حَلَلْتُكُمْ
سَمْتُمْ وَسَمُوْنِى فَاذِنِى
بِهِمْ خِيْلَ مِنْهُمْ وَاَبْدِلْهُمْ
شَرًّا مِّنِّى اَللّٰهُمَّ مَتِّعْهُمْ
كَلَامًا اِنَّ الْمَلْعُومَ فِي الْمَاءِ
اَمَّا وَاللّٰهُ لَوْ دِدْتُ اَنْ
لِى بِكِهِ الْفَتْ فَارِيسَ
مَنْ بَنَى فَرَّاسَ بْنِ غَنَمٍ
رَبِّهِ الْبَلَاغَةُ ج ۱

فساد کر رہے ہو۔ اگر میں تم میں سے کسی کو امین سمجھ کر لکڑی کا ایک پیالہ حوالہ کر دوں تو مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ وہ اس پیالہ کو دستہ سمیت لے جا کر غنیمت کر جائیگا (پھر آپ نے دعا کی) اے اللہ میں تو ان لوگوں سے دل تنگ ہوا میں ان سے اکتا گیا ہوں اور وہ مجھ سے اکتا گئے پس مجھ کو ان کے بجائے کوئی اچھے لوگ بدلہ میں دیجئے۔ اور ان کو میرے بجائے کوئی بڑا شخص نصیب کیجئے۔ اے اللہ ان لوگوں کے دلیوں پکھلا دیجئے جس طرح کہ پانی میں نمک گھل جایا کرتا ہے اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ تم جیسے ہزاروں نیک لوگوں کی بجائے میرے پاس بنی فراس بن غنم کے قبیلہ کے صرف ایک ہزار (بہادر و شیر دل) نوجوان شہسوار ہوتے۔

(باقی آئندہ)

ہمدردان حزب الانصار سے

مجلس مرکزی حزب الانصار و دارالعلوم عزیزیہ
بھیہ جو اسلامی خدمات انجام دے رہے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان اداروں سے ہمدردی رکھنے والے حضرات مدد کوۃ و صدقات سے ان اداروں کی خود بھی امداد فرمائیں اور اپنے حلقہ احباب متعلقین میں بھی اس کی تحریک کریں بالخصوص ماہ رمضان المبارک میں اس طرف خاص توجہ فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(ملینجر)

شیعوں کے عجیب و غریب دعاویٰ ناجائز مطالبات

(از جناب مولانا سید ستیاج الدین صاحب کا کاخیل)

شرکت کا اہتمام کیا جائے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ شیعوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان میں "مسلم آبادی" میں پانچ حصیوں کا ہے۔ اور باقی پانچ سنی آبادی ہے۔ پنجاب کے متعلق ۴۰ فیصدی شیعہ آبادی کے دعویٰ کا مل جل چو اب مولانا ظفر الملک صاحب نے دے کر ایسے دعاوی کی حقیقت خوب کھول دی ہے۔ اور مشکل دو ڈھائی فیصدی ان کی آبادی صرف پنجاب میں نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں بھی شیعوں کی آبادی مشکل دو فیصدی ہوگی سنیوں نے اپنی غفلت اور نا سمجھی سے آج تک ہر جگہ شیعوں کو ووٹ دے کر ان کو صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں میں ممبریاں دلوا دیں۔ اور اس چیز سے اب ان کی جرأتیں اور بڑھ رہی ہیں۔ اور وہ سابقہ چیز پر قناعت نہ کر کے اور بھی مطالبات کرنے لگ گئے۔ ان کے اس فوج و داویلا کا صحیح و درست علاج یہ ہے کہ تمام مسلمان یہ مطالبہ کریں کہ شیعوں کو سکھوں کی طرح ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے شیعوں نے جو اپنی "مسلمہ تائیخی" اور سیاسی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق اب ہم کچھ نہیں لکھتے۔ کہ ان کی یہ تائیخی اور سیاسی اہمیت حقیقت میں بدنامی اور رسوائی کا ایک ایسا بد نما داغ ہے جس کو چھپانا آج کل کے دور حریت و آزادی میں نہایت ضروری تھا۔ اور وہ اس قابل ہرگز نہیں کہ بہر عام اس "مسلمہ اہمیت" کا ذکر کہہ کے شیعہ حضرات اپنے کو خود رسوا و بدنام کریں۔

ظاہر ہے کہ سنی مسلمان ہندوستان بھر میں اس

کچھ عرصہ سے شیعیان ہندو پنجاب نے عجیب و غریب دعاوی شروع کر کے درحقیقت مسلمانوں کو ایک تہید کی ہے کہ وہ اب خواب غفلت سے بیدار ہو کر حالات کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ آج تک شیعہ حضرات نے اجراء میں اور ہر مقام پر سنیوں کے حقوق کو کس قدر غصب کر رکھا ہے۔ شیعوں کے ایسے پیدا کن بیانات مختلف اخباروں کے ذریعہ کچھ دنوں سے نظروں سے گزر رہے ہیں۔ مثلاً زمیندار ۱۳ جون کی ایک خبر پڑھی ہے :-

لکھنؤ ۱۲ جون۔ آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کے نائب صدر نواب جاد علی خاں رئیس شیش محل نے والسرائے کو اس مضمون کا تاہ دیا ہے کہ مجوزہ مجلس مشاورت اور عارضی حکومت میں شیعوں کو کافی نمایندگی دی جائے۔ آپ کہتے ہیں ہندوستان میں اسلامی آبادی کا ایک تہد شیعہ ہے شیعوں کی تائیخی اور سیاسی اہمیت مسلمہ ہے لیکن مسلم اکثریت ان کے حقوق کو بے رحمی کے ساتھ پامال کر رہی ہے مسلم لیگ سنیوں کی غالب اکثریت کی وجہ سے سنی ادارہ ہے۔ وہ نہ تو شیعوں کی نمایندہ ہے اور نہ اسے شیعہ حقوق کی کوئی پرواہ ہے۔ یو۔ پی کے اندر گزشتہ میونسپل انتخابات میں مسلم لیگ نے شیعوں کو تقریباً "قریباً ہر جگہ محروم کیا۔ شیعوں کا مطالبہ یہ ہے کہ انہیں علیحدہ حق نمایندگی دیا جائے۔ ان کی واحد نمایندہ جماعت شیعہ پولیٹیکل کانفرنس تھی مجھے یہ درخواست کرنے کا اختیار دیا ہے کہ حضور شیعوں کے حقوق کا انتظام کریں۔ مجلس مشاورت اور عارضی حکومت میں ممتاز شیعوں کی

لیگ میں برسرِ اقتدار ہو جانے کی وجہ سے کچھ شیعہ تو اس راستہ سے مجلسِ مشاورت اور عارضی حکومت میں پہنچ جائیں گے اور شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کی طرف سے مخفی و پکار کر کے اور آسمان سر پر اٹھا کر اور اپنی "تاریخی اور سیاسی اہمیت" کی دہائی دے کر کچھ شیعہ اس طریقہ سے دہاں جا کر قبضہ جمالیں گے۔ اور اس طرح کو یاد و فیصدی ہونے کے باوجود ستر اسی فیصدی اقتدار حاصل کر کے شیعہ حکومت "قائم کریں گے۔ اور پھر اس فوت و اقتدار کے بل بوتے پر خواہ مدح صحابہ کی بندش کریں یا نیکر بننے کی اجازت دیں باوجود کچھ جی میں آئے۔ کوئی سنی سر اٹھا نہ سکے۔ یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو یا نہ ہو اس سے شیعوں کے عزائم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر ہائے افسوس سنی اس طرح خواب غفلت میں مبتلا اور مست پڑے ہوئے ان ماہ آستین دشمنوں کو دہوت بلکہ لیڈر رہنما سمجھ رہے ہیں۔

جملہ خط و کتابت بریل نہ

بنام

غلام حسین میخرو پراپرٹس

رسالہ شمس الاسلام بھیرہ

(پنجاب)

ہونی چاہئیں

قدرِ اکثریت سے آباد ہیں کہ ان کے مقابلہ میں شیعوں کی حیثیت آٹے میں نمک کی بھی نہیں۔ اور اس لئے مسلم لیگ میں تعداد کے لحاظ سے ضرورتی اکثریت ہوگی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اب تو مسلم لیگ درحقیقت شیعہ لیگ ہے "قائد اعظم" خود خاندانی ہی سہی کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں؟ اس کے بعد قائد ثانی اور مسلم لیگ کی پالیسی پر ہر طرح سے حاوی راجہ محمود آباد کیا کٹر شیعہ اور سو فیصدی شیعہ نہیں؟ اسی طرح یو۔ پی کے دوسرے شیعہ امراء و نواب سب لیگ کو اپنے تابوین کئے ہوئے ہیں۔ پنجاب میں آج کل لیگ کی جتنی گہرا گہری ہے۔ وہ سب راجہ غضنفر علی خاں کے طفیل ہے ثبوتِ حیات خاں اور دوسرے لیڈروں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور پنجاب میں اگر کبھی سرکندہ مرحوم شیر پنجاب تھا۔ تو آج کل راجہ صاحب ہی "ضیفم اسلام" اور اس "جنگل کے بادشاہ" اور تمام دوسرے "جانوروں کا محافظ" شیر ہے۔ اس لئے نواب سجاد علی خاں صاحب نے لیگ کو سستی ادارہ کہہ کر بالکل حقیقت کا خون کیا ہے۔ یا مقصد یہ ہے کہ "سنی ادارہ" کہہ کر مسلمانوں کی اشکایت کو باطل قرار دینے کی کوشش کی جائے جو مسلم لیگ کے متعلق مذہبی مسلمانوں کو ہمیشہ سے رہی ہے۔ کہ وہ کبھی سنیوں کے جذبات کی رعایت نہیں کرتی۔ اور اس کی پالیسی یہ ہے کہ سنیوں کے خالص مذہبی معاملات سے بھی بے اعتنائی برتی۔ اور ہمیشہ بے توجہی کرتی ہے چنانچہ مدح صحابہ لکھنؤ کے قضیہ میں لیگ کے رویہ سے یہ بات واضح ہو گئی تھی۔ اور یا پھر تبراہجی ٹیشن کے سلسلہ میں پنجاب کے اس وقت کے لیگیوں کی وزارت نے جو کچھ شیعہ نوازی کی۔ اس سے لیگ کی روشیں نمایاں ہو جاتی ہے۔

آج کل ایسے بیانات اور والسرائے کی خدمت میں درخواستیں بھیجنے سے شیعوں کا مقصد یہ ہے کہ

پنجاب کی شیعہ آبادی

ایک پنجابی رئیس کی جسارت

بچھلے دنوں مسٹر حسین بھائی لال جی ایم ایل نے مرکزی نے مولوی سعید خلیف شمس العلماء مولوی صاحبین مجتہد لکھنواورہ نواب احسان علی خاں صدر پنجاب شیعہ کانفرنس کی معیت میں انجمنہ نویسوں کی جو کانفرنس بمقام ممبئی منعقد کی تھی اس میں ایسوسی ایٹڈ پریس کے بیان کے بموجب آخر الذکر بزرگ نے اپنی تقریر میں اشارہ کیا تھا کہ

”یا چودیکہ پنجاب کی مسلم آبادی میں شیعہ ۴۰ فیصدی ہیں تاہم پنجاب کی اسمبلی میں شیعہ صرف چودہ فیصدیں حاصل کر سکے اور وزارت میں ایک بھی شیعہ نہیں ہے“

مسٹر حسین بھائی لال جی کے اس بیان پر مولانا فخر الملک علوی نائب صدر مرکز تنظیم اہل سنت ایک جوابی بیان میں فرماتے ہیں کہ:-

نواب احسان علی خاں مالیک کو مل کے نوابی خاندان سے انتساب رکھتے ہیں اور شیعیان پنجاب میں ایک مردارہ عہدہ پر فائز ہیں۔ ان کا ایسی صریح غلط بیانی کرنا حیرت انگیز ہی نہیں بلکہ لائق افسوس و ملامت بھی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ صوبہ جاتی خود مختاری ۱۹۳۵ء

کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی تخلیق ہے جس میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کو پیش نظر رکھ کر مجالس قانون سازہ کے اراکین کی تعداد مقررہ اور متعدد اقوام کے مابین تقسیم ہوئی ہے۔ ۱۹۳۵ء کے شروع میں جو انتخابات ہوئے

تھے۔ ان کے بعد سے آج تک جنگ کی بدولت انتخابات نہیں ہو سکے۔ اب دیکھئے کہ ۱۹۳۱ء میں پنجاب کے اندر شیعوں کی تعدادی حیثیت کیا تھی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ جلد ۱ حصہ اول کے صفحہ پر پنجاب کی مسلم آبادی کی تقسیم یوں درج ہے۔

سنی	۱۲۲۷۶۶۵۲
شیعہ	۳۳۸۷۷۹
الجمہیت	۱۸۲۵۷۲
مرزائی	۵۵۹۰۸
میزان	۱۲۸۷۳۸۷۳

یعنی مسلم شہا ہونے والی مجموعی آبادی میں شیعہ صرف ۲.۲۸ فیصدی تھے۔ اس حساب سے پنجاب اسمبلی کی ۹ مسلم نشستوں میں اگر ۱۰.۱۰٪ شیعوں کو ملیں۔ تو ان کا تناسب ۱۵.۵۵ فیصدی قرار پاتا ہے۔

اب اور چاہتے ہو کیا ہمیری مل جائے

اس احسان ناشناسی کا کیا ٹھکانا کہ ۲.۲۸ فیصدی کی آبادی کو ۵.۵۵ فیصدی نیابت ملی۔ جو واجبی حق سے، گو نہ زیادہ ہے۔ اور اس پر بھی شیعہ کانفرنس کا صدر مند بسورے لٹو کے بہار رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے جو دستہ کے خلاف سرکار کی ہائی پکار رہا ہے۔

خدا کرے حکومت اور مسلمانوں دونوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ مسلمانوں کو شیعوں سے شدید نقصان پہنچ رہا ہے اور ان کی بچہ حق تلفی ہو رہی ہے اور وہ شیعوں کو بھی سکھوں کی طرح علیحدہ نمایندگی دیدیں جس کے بعد انشا اللہ

(نائب صدر مرکز تنظیم اہل سنت) مل جائے گی۔

تردید مرزا نیت

جواب الجواب

تبلیس و مغالطہ کا شاہکار

(اندرون تنظیم اہل سنت لاہور)

سادگی و پرکاری بے خودی و ہشیاری حسن کو تغافل میں جبرأت آ نہ مایا

جلسہ سالانہ کے بعد جنیوٹ، لکھنؤ، محمود آباد اور چوٹی وغیرہ کے سلسلہ سفر کے باعث دفتر میں بیٹھ کر پڑھنے لکھنے کی فرصت کم ملی۔ اس لئے مخالفین اسلام کے بعض حملوں کا جواب دینا ابھی ہمارے ذمہ ہے۔

جن بھائیوں نے "زمیندار" اور "مزم" میں "الفصل" اور "شیعہ" کے بے بنیاد اعتراضات اور یاد ہوا الزامات کے ساتھ ہمارے مسکات اور مدلل جوابات دیکھے ہوں وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ ہوں گے کہ مرکز تنظیم کے سالانہ جلسہ اور مسلمانان ہند کے اس نمائندہ اجتماع کی کامیابی و ہمہ گیری سے اعدا دین بکھلا سے گئے ہیں ہمارے مخالفین نے ہمارے پلیٹ فارم پر ہندوستان کی مذمت اور فعال جماعتوں جمعیۃ العلماء مسلم لیگ اور مجلس اہل حق و غیر کے اکابر کو مجتمع پا کر فرط غیظ و غضب میں ہمارے خلاف جو کچھ لکھا وہ اس بکھلا ہٹ کی نشان دہی اور غمازی کرتا ہے۔ الفصل کا ذریعہ بحث مضمون بھی اسی سلسلہ بدحواسی کی ایک کڑی ہے۔

محترم مضمون نگار صاحب بریل تہمد تحریر فرماتے ہیں "سردار احمد خاں پتانی رئیس جام پور تبلیغ اسلام کا بڑا اور سچا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور آغا جوانی سے نہایت جوش۔ اخلاص اور قربانیوں کے ساتھ اس مقصد کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ وہ نمائشی باتوں سے بچ کر ٹھوس

کام کرنے کے عادی ہیں۔ ان کی خاندانی شرافت، اعلیٰ کیریکٹر صادق القول، صادق العہد ہونا، قیاضی سخاوت، اصلاح پسندی کا پرہیز وہ جذبہ ان کے کاموں کی غیر معمولی مقبولیت کی ضمانت ہیں۔ بنگر سردار صاحب سلسلہ احمدیہ کو تبلیغ اسلام میں بڑی روک سمجھتے اور بدقسمتی سے فتنائے سلسلہ احمدیہ پر اچھائے اسلام کی بنیادیں قائم کرنے کا اعتقاد رکھتے ہیں آپ نے ہندوستان کے تمام بڑے بڑے اعلیٰ پوشنوں میں پہنچ کر اور قومی لیڈروں سے مل کر ان کی کایا پلٹ کر لے کر اور منظم انٹی فاویان تبلیغی پالیسی اختیار کرنے کی کئی سال تک کوشش کی۔ مگر اس سے بائیس ہو کر کچھ عرصہ سے آپ نے براہ راست اپنے ہاتھ میں تحریک کو لے لیا جس کا نام تحریک تنظیم اہل سنت رکھا ہے۔ سردار صاحب نے اپنے مشن کا انٹرویو دے کر ان کے لئے ۱۹۲۲ء میں ایک رسالہ بنام "جہد الطبقا" شائع کیا۔ ملک میں تنظیم کی شاخیں قائم کرنے کی تحریک کی یہ رسالہ لوگوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ میں نے اس رسالے کے جواب میں ایک چٹھی سردار صاحب مدد ورج کی خدمت میں بھیجی تھی۔ جو ناظرین الفصل کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے (دوست محمد حجازی ویرہ غازی خان) تحریک کے محترم بانی اور تحریک کا مختصر تعارف کرانے کے بعد جناب خالص صاحب رقمطراز ہیں۔

"مرہی ام جناب سردار احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب کا رسالہ جدا بلقا مجھے ملا۔ براہ نواز شمس مجھے اس موضوع پر کچھ استفسار کی اجازت دی جائے۔
براہ قہر بانی اہل سنت کی تعریف بخوالہ اہل سنت فرمائی جائے۔ رسالہ سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان شیعہ یا مرزائی نہیں۔ وہ اہل سنت ہے حالانکہ مفروضہ اہل سنت طبقہ کے اندرونی فرقوں میں کم بعد اور اختلاف نہیں واضح رہے کشتی کہلانے والوں میں سے ایک احمدی جماعت بھی ہے جو صحیح معنوں میں اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت سمجھتی ہے۔ اس لئے تعریف اہل سنت واضح ہونے پر فیصلہ آسانی سے ہو سکے گا کہ صحیح اہل سنت والجماعت کون سا فرقہ ہے۔
(الفضل ۵)

جواباً عرض ہے۔

تفاضل پیشگی سے مدعا کیا کہ کہاں تک اسے سر بایا نیا کیا آخر یہ تجاہل عارفانہ کیوں؟ کیا آپ فی الحقیقت نہیں جانتے کہ اہل سنت کی تعریف کیا ہے؟ نئی وقت کے "مدیق اکبر" سے ہمیں یہ توقع نہیں ہو سکتی۔

جناب والا! اہل سنت کی تعریف اہل سنت کے لفظ سے ظاہر ہے۔ وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو انشائیت کا حقیقی مصلح و مفتح ابدی ہادی و مرشد اور آخری نجات دہندہ سمجھتا ہے۔ وہ جو حضور کی رسالت و نبوت پر اس درجہ یقین و ائق اور اعتقاد کامل رکھتا ہے کہ آپ کے بعد ہر قسم کی جدید نبوت کو بدترین لعنت سمجھتا ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت و حکومت کو زندہ باقی اور آپ کی ہدایت و قیادت کو پایندہ و برقرار سمجھتا ہوئے تحت نبوت پر کسی اور کی جلوہ گری اور منصب رسالت پر کسی اور کی کمرسی نشینی کو خدا رسول اور دین کی انتہائی توہین و مخالفت اور شرمناک تردید و اہانت یقین کرتا ہے۔ اور وہ جو آپ کی اور آپ کے

اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کی روش کو شاہراہ ہدایت اور شریعت انشائیت تصور کرتا ہے۔ اور عقائد و اعمال کی دنیا میں سراج رسالت اور نجوم صحابہ سے مستبصر ہوتا ہے اہل سنت ہے۔ مرزائی حضرات چونکہ ذات اقدس سے قطع نظر کر کے مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفاء راشدین کی ذات پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ لہذا اہل سنت کی حدود سے خارج اور باہر ہیں۔

"مرزائی جماعت کا رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں رسول قدنی کھڑا کر کے اپنے آپ کو اہل سنت سمجھنا نامعقول تصور ہے۔ جو احمدی جماعت ہی کر سکتی ہے جناب والا! احمدی جماعت صحابہ اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے علی بغاوت کر کے مرزا غلام احمد کی حلقہ بگوش ہو چکی ہے اس لئے اسے مرزائی یا غلام احمدی کہا جائے گا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو عملاً منسوخ کر کے مرزا صاحب کو ایمان کی شرط قرار دینے کے بعد آپ لوگوں کو اپنے تئیں سنی کہلانے اور اہل سنت والجماعت سمجھنے کا کوئی حق نہیں "امام" قادیانی کی غلامی کا طوق "زیب گلو" کرنے کے بعد حضرت مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ادنیٰ اسی نسبت کا اذعان ہی باطل اور لغو و لچر ہے۔ جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا دعویٰ نبوت و رسالت۔

آپ نے اہل سنت طبقہ کے اندرونی فرقوں کے "مذہبی اختلاف" کی آٹھ لے کر "قادیانی خلافت" کے لئے گنجائش پیدا کرنے کی ناکام سعی فرمائی ہے جناب والا! ہم بارہ لاکھ چکے ہیں۔ اور آپ بھی بارہ ہاسن چکے ہیں کہ اہل سنت کے سب طبقات اسلام کے سرسبز و بارہ آور و درخت کے ہرے بھرے برگ و بار میں۔ اور دین کے گل صد برگ کی نرم و نازک پتیاں اہل سنت کے

ہیں۔

حضرت اقدس مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے۔ تو فروعات و جزئیات میں ہے۔ اصول سب کے

ایک ہی ہیں۔ (اسلام میں کوئی فرقہ نہیں صفحہ ۴-۵)

فرمایئے! کیا آپ اب بھی فرمائیں گے کہ اہل سنت

میں بعد و خلافت اور بغض و عناد نہیں۔ اور جن میں

بعد و عناد ہے وہ اہل سنت نہیں۔ اہل سنت کوئی ہو

حنفی ہو یا مالکی، حنبلی ہو یا شافعی، جتنی ہو یا قادری،

نقشبندی ہو یا سہروردی سب محمدی ہیں۔ یہ سب منہ

تبیارہے ہیں جو سراج محمدیت کے گرد گھوم رہے ہیں۔

نکمر آپ لاہوری ہوں یا قادیانی امرزائی ہیں۔ محمدی نہیں

آپ کامرکز و محو غلام احمد ہے۔ احمد ہیں (صلی اللہ علیہ

وسلم) ہم سے آپ کا اختلاف نہیں! خلافت ہے حیرت

ہے کہ آپ جیسا چوٹی کا مرزائی کس طرح اپنے نبی کی

تعلیقات سے غافل اور بے بہرہ ہے۔ سنئے!

(۱) میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح

موجود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں

گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا غلط ہے کہ دوسرے

لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند

مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک اصول اور

بنیادی چیز میں ہیں ان سے اختلاف ہے۔

(خطبہ میاں صاحب مندرجہ الفضل ۳۰)

(۲) جس میں آپ ایمان لانے کی شرط ہو اور آپ کے

سلسلہ کا ذکر نہیں۔ اسے آپ (مرزا صاحب) اسلام

ہی نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیفہ اول

نے اعلان کیا تھا کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہے

اور ہمارا (قادیانیوں کا) اسلام اور ہے (الفضل ۳۱)

یہ سب مساک زندگی کی مختلف چھوٹی چھوٹی راہیں ہیں جو

شاہراہ نبوت پر آکر مل جاتی ہیں۔ یا یہ مختلف مذاہب

گو یا صاف و شفاف اور پاکیزہ و مطہر پانی کے ندی

نالے ہیں جن کا مخزن و مصدر اور مخرج و منبع آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمی کی ذات مقدس و مطہر

کا دریائے رحمت اور سرچشمہ حیر و برکت ہے۔ یہ سب

خدا کو واحد اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا

آخری اور افضل ترین بنی ماننے میں کتاب اللہ سنت

رسول اللہ اور سیرت صحابہ کی روشنی میں اپنی شاہراہ

عمل متعین کرتے ہیں۔ سب کے ایمان و یقین کا مرکز

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور

قرآن کریم ہے۔ سب اسی محور کے گرد گھوم رہے ہیں

سب اسی نقطہ پر مل جاتے ہیں۔ سب اسی محبوب خدا کے

دیوانے اور سب اسی شمع رسالت کے پردانے ہیں

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے

ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اہل سنت کے ان جمیع طبقات کے درمیان بنیادی

مسائل میں اتفاق و اتحاد اور یک رنگی وہم آہنگی ہے

آندول و عقائد میں سب متحد و متفق اور ہم خیال وہم نواہیں

صرف فروعات و جزئیات میں برائے نام اختلاف

رہائے ہے۔ جیسے خلاف و شقاق اور عناد و فساد کے

درجہ تک پہنچا دینا کم سمجھی و کوتاہ نظری اور تنگ دلی و

تنگ ظرفی کا کرشمہ ہے چنانچہ آپ کے نبی اور رسول بھی

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین

صاحب لکھتے ہیں: "الغرض مرزا صاحب ج کلمہ

میں کیا لکھ کر نشر شریف لے جا رہے تھے۔ تو انہیں زہر آباد

کے ریلوے سٹیشن پر ایک پادری عیسائی سے کچھ گفتگو

کرنے کا اتفاق ہوا۔ جو ذیل میں تو بہت سے فرقتے

درايت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور یہ بات تمام اہل اسلام پر واجب ہے۔“

محترم مضمون نگار صاحب! اب خدا لگتی کہیں۔ کہ ائمہ اسلام کی اس تعریف کے بعد اُمت مرزا نے کو اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کس طرح زیب دیتا ہے؟ جمیع ائمہ و تابعین انصار و ہاجرین کے سینکڑوں قول خود رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیوں صحیح احادیث حتیٰ کہ قرآن کی متعدد واضح آیات کے صریح برخلاف تادیان میں ہوت کا ڈھونگ رہ چکا۔ کتاب و سنت کو نجات کے لئے کافی نہ سمجھ کر مرزا صاحب کو شرط ایمان و اسلام قرار دینا۔ اور نماز میں قرآن کی بجائے ”تذکرہ“ کے ”الہامات پڑھ دینا اور منہ سے بہا پر اہل سنت کی رٹ لگائے جانا اک طرفہ تماشا ہے۔

شیشہ بے بغل میں پنہاں ہے
لب پہ دعویٰ ہے پارسائی ہے

سوال۔ (۲) جناب والانے اچھے قوم کے تین ذرا نفع جو تیرے فرمائے ہیں (۱) انجمنیں بنانا (۲) بیت المال بنانا (۳) باخبر خطیب پیدا کرنا۔ یہ طریق ایک ہوشیار اور چالاک لیڈر کے نزدیک مہارِ نجات ہو سکتا ہے۔ مگر ایک با خدا اور دیندار کے نزدیک نہیں برا و کرم مطلع فرمایا جائے کہ آپ نے یہ ذریعہ نجات کس نص سے لیا ہے۔

جواب۔ افسوس کہ جناب خان صاحب وہ فوجِ ہوش میں حدودِ ہوش سے باہر نکل گئے۔ اور نادانستہ طور پر وہ اپنے نبی اور نبی زادہ کو بے خدا بے دین اور چالاک لیڈر کہہ گئے۔ امید ہے کہ اب محترم سائل صاحب مطلع ہو گئے ہوں گے کہ ہم نے یہ طریق کار کہاں سے لیا ہے۔ اگر انجمنوں کی تشکیل بیت المال کا قیام اور باخبر خطیبوں کی تیاری، پرمکاری و چالاک کے مرادف اور باخدا نبی و دیندار کے معاندر ہے۔ تو مرزا صاحب کا براہام ”مصلح موعود“ کا ہر لیکچر اور افضل

فرمائیے کیا اب بھی آپ مرزائی سنی اختلاف کو اہلسنت کے باہمی اختلافات کی نوعیت کا اختلاف قرار دے کر سنی کہلانے کی جرأت فرمائیں گے۔ حسب ارشاد آخر میں اہل سنت کی تعریف بحوالہ اہل سنت عرض ہے۔ (۱) حافظ الحدیث علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر جلد ۲ ص ۳۴ میں اہل سنت والجماعت کی تعریف یوں تحریر فرماتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ الممسکون بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وبما کان علیہ الصدور الاول من الصحابۃ التابعین وائمۃ المسلمین فی قدیم الدھر وحدیثہ کما رواہ الخ الحاکم فی مستدرکہ اندہ سئل صلی اللہ علیہ وسلم عن الفرقۃ الناجیۃ من ہم فقال من کان ما نا علیہ واصحابی (ترجمہ) اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اس چیز کو مضبوط پکڑنے والے ہیں جو خیر القرون میں صحابہ و تابعین اور ائمہ کا معمول و دستور رہی جیسا کہ حاکم نے اپنی مستدرکہ میں روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ فرقہ ناجیہ کون ہے؟ تو فرمایا۔ وہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہیں۔

(۲) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اپنے رسالہ حمویہ میں اہل سنت کا دستور العمل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

قولنا فیہ ما قال اللہ ورسولہ والمسا بقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین تبعوہم باحسان وما قالہ ائمۃ الہدی الذین اجمع المسلمون علی روایتہم ودبایتہم وھذا ھو الواجب علی جمیع الناس (ترجمہ) اس بارہ میں ہمارا قول وہی ہے جو خدا اور رسول خدا اور سابقین اولین ہاجرین انصار اور ان کے تابعین ائمہ ہدایت کا ہے۔ جن کی روایت اور

کی ہر سطر اس مکاری و عیاری کے رنگ میں رنگیں ہے۔ اگر بیت المال کا تصور گناہ ہے تو یہ براہین احمدیہ کی پیشگی رقم یہ انبار کی کچنی کا حرام روپیہ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲۳) یہ ہشتی مقبرہ کی قبر فروشی، یہ بین لاکھ روپیہ کی متواتر فتوحات (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱) یہ سچی پیچی کی مرزا صاحب کے دامن میں روپیہ انگنی (ص ۲۳۲) یہ عبداللہ خاں ڈیرہ اسماعیل خاں کی منی آرڈر کی دجی (ص ۲۶۲) یہ لاکھ دولاکھ روپیہ والی الہامی تہذہ و غدا مکتوبات جلد ۵ حصہ اول ص ۲) کیا ہے یہ احمدیہ اسٹوریہ آمدنیوں کے مستقل حصے یہ ماہواری چندے یہ ہنگامی پھندے یہ کاروباری دھندے یہ تحریک جدیدہ یہ وقف جائداد آخر ان کے متعلق کیا ایشاد ہوگا؟

ہمارے تنظیم اور جماعت بندی کی دعوت کو وہ لوگ خلاف نص قرآن دیتے ہیں جن کی نہ نائے مردانہ، بچوں، جوانوں، بوڑھوں کی جداگانہ تنظیم جماعت اور جماعت ہے۔ اللہ اللہ باخبر خطیب پیدا کرنے کی تجویز پر معترض اپنے امام کے سیکڑوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو گھر گھر سے ایک مرد مبلغ کے مطالبہ پر قناعت نہ کر کے اب عورتیں مانگ رہے اور صنعت نازک کو زندگی وقف کر کے میدان عمل میں بھٹکنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

جناب والا! بیت المال، تنظیم اور باخبر مبلغین و مصلحین کے فقدان ہی کے خانہ شرع تباہ کیا اور امت مرحوم کو یہ دن دکھایا ہے۔ اگر یہ تین چیزیں برقرار ہوتیں تو کسی نجاتی فیملی (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۳۵) کو حضرت سید الکونین سرکار دہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر نبوت پر قبضہ اور منصب رسالت پر حملہ کرنے کی شرمناک جرأت کس طرح ہوسکتی تھی؟ دین پر حملہ سے دفاع و جواب اور ہر نئے فتنہ کے انہماک دوسرے باب کے لئے ان چیزوں کا وجود کافی ہے یا غافل نبوت، لانا واپس

فطرت قائم مقام رسالت صدیق اکبر جیسے مبلغ اعظم نے صحابہ کی منظم جماعت اور بیت المال کی قوت سے ہی مشکل ترین حالات میں مانعین زکوٰۃ، مرتدین اعراب اور میلہ کذاب وغیرہ کے خطرناک فتنوں کا کامیاب مقابلہ کیا خاں صاحب ایسے پختہ کار انسان خوب سمجھتے ہیں کہ اگر نظم ملت قائم ہوگی تو ہر انٹی اسلام تحریک کی موت یقینی ہے۔ اور بیت المال کے ہرے بھرے ہوتے ہی "خودکاشتہ پودا" مرتجھا جائے گا۔ اور باخبر اعظمن کی جماعت حقہ تیار ہو گئی تو ساٹھ ستر سال کی بنی بنائی کھیر دیا ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے آپ مبہوت ہو کر دریافت فرماتے ہیں کہ یہ "ذریعہ نجات کس نص سے لیا ہے؟"

سوال (۳) جناب والا نے قوم کے بے نظمی دینے مرکزی کی بڑی مرثہ خوانی کی ہے۔ اور تنظیم و مرکزیت کو واحد ذریعہ نجات و فلاح قوم قرار دیا ہے لیکن جو شخص کسی تنظیم والی تحریک (مگر ایمان والی نہیں۔ مرکز) کے ساتھ ساتھ شامل ہو کر کام کرتا ہے تو آپ اسے گمراہ اور تنظیم و نظام کا شکار شدہ قرار دیتے ہیں۔ گویا جس چیز کو آپ اپنے واسطے آب حیات سمجھتے ہیں وہ اگر دوسروں کو میسر ہو تو آپ اسے دھوکے کی ٹٹی اور شکار گاہ قرار دیتے ہیں۔ براہ ہرمانی اس کا فرق سمجھا دیا جائے۔

جواب۔ جناب والا! تنظیم فی نفسہ مقصود و مطلوب نہیں مقصود بالذات اسلام ہے۔ مرکزیت محبوب مطلوب ہے مگر اسلام کے ساتھ ایمان کے بغیر نظم و مرکزیت نہ صرف محمود مستحسن نہیں بلکہ مبغوض مذموم اور ملعون و مردود ہے۔ اگر آپ ایمان کو بالائے طاق رکھ کر اور اسلام کو نظر انداز کر کے نفس تنظیم و مرکزیت پر اس قدر لٹو ہو رہے ہیں تو پھر ایک قدم اور پھلانگ کر عیسائیت کی گود میں پناہ لیجئے جنکی تنظیم و جمیعتہ اور نظام مرکزیت کا دینی نبوت ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اور خود کاشتہ پودا ہے۔ (باقی)

(بعض مکتوبات)

دیا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر ما بانیفسہم
 ے خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
 نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
 یعنی جب تک تم قرآن میں البیہ اور سنن فطرۃ پر کار بند رہے
 تب تک سر بلند و سر فراز رہے۔ قدرت کا نشانیہ ہے کہ
 انحال شنیعہ و کردار قبیحہ سے اجتناب کر کے نیکی اور اعمال
 سنیہ کا ارتکاب کیا جائے۔ جو اس فطری اصول کو بدلے گا۔
 وہ لامحالہ خود بھی بدل جائے گا۔

من اعرض عن ذکرى فان له معيشتة ضنكاً

بھائیو تمہاری تباہ حالی سے روح لرز جاتی ہے تمہارا
 تذکرہ بدن میں یکپہلی پیدا کر دیتا ہے تمہاری امانت داستان
 صرف اشکوں کی روانی ہی میں سنی جاتی ہے تم ہزار ہا
 مصائب کا شکار ہو تمہاری شان و شوکت موت کے گھاٹ
 آتا رہی گئی ہے تمہارے ذرائع معاش کے وسائل مسدود
 ہو چکے ہیں لیکن آہ تمہاری رگ جیت میں گرم خون
 نہیں دوڑتا تمہارا دل موم نہیں ہوتا تم اپنی حالت سے
 متاثر نہیں ہوتے خواب غفلت سے کروٹ نہیں بدلتے
 تمہارا ذکر کیسے چھڑوں کہ وہ ایک انسان کا خون کھولانے
 کے لئے کافی ہے۔ تمہاری زبان حال کا ہر لفظ ابن عبد
 کے مرثیہ سے کم موثر نہیں۔ جس پر کہ خون کے آنسو
 رونے چاہئیں۔ تمہاری کہانی کیا ہے؟ اخلاقی موت کا
 مرقع۔ بدعنوانیوں کی ایک لہرہ خیز حقیقت نہیں۔ قوم کی
 تباہی کی ایک دل ہلا دینے والی داستان۔

معزز و جوانو! لام و مصائب نے تمہاری تحیف پشت
 کو دو تاکہ دیا ہے۔ تم دوسروں کے رحم و کرم پر ایام نیست
 بسر کر رہے ہو۔ تمہاری کشش حیات طلاطم خیز موجوں
 کے تھپڑوں میں غوطہ زن ہے۔ کیوں اس لئے کہ تم
 نے برے کاموں کو اپنایا ہوا ہے۔ کارہائے متعین سے
 دست بردار ہو چکے ہو۔ اخلاقی طور پر نہ ایمان کو تم نے

اپنا گھر بنایا، ہوا ہے قید کی زندگی رسوا زندگیوں میں
 بدترین زندگی ہے آؤ! اسٹام کو سر بلند کرنے کے لئے
 سر دھڑکی بازی لگا کر قید حیات تک سے آزاد ہو جاؤ۔
 افسوس تم ذلت کے سمندر میں غوطہ زن ہو۔ اپنی
 پیرو دستیوں سے تم نے نئے زمین و آسمان پیدا
 کر لئے ہیں تمہارا قصہ پارینہ ہو چکا ہے۔ تمہارا جوش
 انتقام جوشیاں ہونے سے رہ گیا ہے۔ شاید تمہاری
 لہگوں میں ابو کی جگہ پانی ہے۔ اور پانی کو گرمانے
 کے لئے اس سے بھی زیادہ حرارت کی ضرورت ہے
 تم کہہ ارض پر ترقی پسند دنیا کے سامنے جاہل وحشی
 مشہور ہو مسلمانوں عرب کے آہنی اسلوا شجاعت کے
 مجسمو! یہ ذلت آمیز ہتھک کیسے برداشت کر رہے ہو۔
 سچ ہے ع غلامی میں بدل جانا ہے قوموں کا ضمیر
 تم ان سطوہ کو پڑھ کر پھڑک جاؤ گے۔ کانپ اٹھو گے
 تھر تھراؤ گے مگر امت مرحومہ کی آن کی جھک آن احد
 میں تمہاری آنکھوں میں بچھ جائے گی۔ یہ نشہ اتر جائیگا
 پھر وہی ابو و لعب ہوں گے۔ اور تم ہو گے اور تمہارے نامہ و
 تبسم اور شیطان کے ایمان شکن قہقہے بھولے بھالے ملنا و
 مصیبت زدہ مسلمانو قسمت کے مارے ہوئے اور زمانہ
 کے ٹکڑے ہوئے ذلیل و خوار مسلمانو علم سے محروم قتل و
 غارت جہالت کے شیدائی اپنوں کے پیری اپنی ڈیڑھ اینٹ
 کی مسجد علیحدہ بنانے والے کشت ساہوکار کو سینے والے
 جیل کی رونق عدالت کی آبادی حج کے محافظ مسلمانو!
 تمہارا ذکر کرتے ہوئے آئینہ نہیں سمجھتے دل خون ہوا جاتا
 ہے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے مگر اس میں کسی کا بھی قصور نہیں
 تم کو خود اپنی تقدیر کا مالک بنا دیا گیا ہے چاہے خاک میں
 ملو چاہے آسمان کا آخری بلندی پر پہنچو تمہارا علاج
 تمہارے ہاتھ میں ہے تمہارا مرض تمہارے پس میں ہے
 تمہارا روگ لائق چارہ۔ تمہاری بیماری لائق درماں ہے

والے تمہاری قوم میں موجود ہیں) تم آقائے نامدار
رسالتکاتب حضرت محمد عربی کی امت ہو انہیں خبردار
کر دو کہ مرزا آئی، شیعہ، خاکسار، کیونسٹ سوشلسٹ
تمہارے دشمن ہیں۔ یہ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیے
ہیں میرے پیارے بھائیو! تم بہت کچھ کہہ سکتے ہو لیکن
کہہ تے نہیں۔ جلسوں اور کانفرنسوں کے بغیر بھی باتوں
باتوں میں تم اپنی قوم کو صراطِ مستقیم پر لگا سکتے ہو
ان کے سادہ دلوں میں اسلامی محبت و اخوت بھر
سکتے ہو۔ اگرچہ مشکلات منہ پھاڑے راستے میں کھڑی
ہیں تم مرد ہو بڑھو۔ اور آں اسلام پر کٹ مرو۔
اٹھو صبر و سکون اور اطمینان کے اس غیر آباد
ویرانے کو آبِ جھوڑ دو۔ تمہارے لئے تیرا آسمان
اور نئی زمین منتظر ہے تم اس سرزمین میں چاند اور
سودج بن کر چمکو گے۔ اور ان دھیمے دھیمے ستاروں
اور کیمپ کی روشنیوں کو جن کا نیل ختم ہو چکا ہے
مات کر دو گے۔ خدائے لایزال تمہاری جد جہد
میں برکت دے گا۔ اور کامیابی تمہارے پاؤں
چومے گی۔

اعلان!

میں حضرت مولانا سید نور الزمان صاحب کو ٹوی رکوٹ جنین
متصل کالا باغ کے سوانح حیات مرتب کر رہا ہوں۔ لہذا
جن لوگوں کو حضرت مولانا محمد روح کے سوانح حیات اور
ان کے خلفاء باکمال اور شاگردوں کے نام اور حالات
معلوم ہوں۔ وہ فوراً اس پتہ پر اپنے خطوط روانہ کر کے
زمرہ کو ممنون فرمائیں۔

سکرٹری مجلس حزب الانصار

امروہہ، محلہ کوٹ، ضلع مراد آباد

لیکن جب تم خود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہو۔ تو اس کا
علاج کیا کرتا رہو؟ اس شعر پر غور کرو
سبق ملا ہے یہ عراج مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اپنی اور اپنی قوم کی بہتری کے لئے مجاہدین کرمیدان
میں آؤ ترقی یافتہ قوموں کو دیکھو موجودہ غفلت کو چھوڑو
خود بیدار ہو۔ قوم کو بیدار کر اپنے پیٹ کی خاطر قوم کا
خون نہ چوسو۔ خود غرض اور خوشامد کے شیدائی نہ بنو
قوم کی بے اعتنائی کو خاطر میں نہ لاؤ۔ قوم جس قدر طوطا
چشتی کو سے تم اتنے ہی جال تیار نہو۔ ذاتی اغراض پر
قومی مفاد کو ترجیح دو۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے
سامنے کوئی لائق عمل نہیں تم تیار ہو تے ہو لیکن چورائے
پر جا کر حیران رہ جاتے ہو کہ آخر کونسا راستہ اختیار کیا
جائے۔ تمہارے رہبر اپنے گھروں میں لیٹر استراحت
پر پڑے ہیں۔ خدا دیکھتا ہے۔ تمہاری کوششیں پھل
لائیں گی۔ ان رہبروں سے آواز ہو جاؤ گے۔ ایک رستہ
لے لو۔ پہاڑ پھاندتے جاؤ۔ دیہا بعبور کرتے جاؤ جنگل
کاٹتے جاؤ۔ بڑھو اور آگے بڑھو۔ کفر کی جڑوں پر
ایمان کا کلہاڑا اس زمرہ سے لگاؤ کہ جہنم میں فرعون
شداد اور بوجہل کی ناپاک روہیں ایک بار پھر
کانپ اٹھیں تم نوجوان ہو۔ قوم کا انحصار نوجوانوں
کی قوت باندھ رہے۔ اگر اجازت دو تو تمہارا یہ
نا تجربہ کار کم عمر گمراہ دھجائی تمہارے سامنے
ایک رستہ پیش کرے۔ اپنے اپنے گائوں کے چوپالوں
داروں مارکوں میں جا کر اپنی تعلیم کی مدد سے لوگوں
کو سیرت محمد کے حالات سناؤ انہیں بتاؤ کہ یہی سیرت
تھی جس کے مسلمانوں کو قابل رشک و نفعتوں پر
پہنچا دیا۔ انہیں سمجھاؤ کہ تم واحد خدا کے پرستار ہو۔
دیو استبداد اور خدا کے استعمار کو بھی خدا مانتے

مذہبی، علمی اور تاریخی کتابیں

ختم النبوة فی القرآن جس میں تفسیر قرآن کے صحیح معیار پر مفصل بحث کے بعد

قرآن مجید کی ایک سو آیات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا نہ صاحب شریعت جدیدہ نہ پہلی شریعت کا متبع قیمت صرف ۵۰۰

معارف لدنیہ حضرت شیخ المشائخ احمد فاروقی سرسندی مجدد و خلف ثانی رحمہ اللہ کا بے بہا بیانا

بہترین کتابت و طباعت ایک نادر و نایاب تحفہ ہے معارف مجددیہ کے شائق جلد خریدیں قیمت صرف ۱۲

العقل والنقل جس میں مستند حوالوں اور محققانہ بحث کے بعد ثابت کیا گیا ہے کہ عقل سلیم اور

نقل صحیح میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا اور یہ کہ کبھی عقل کی سلامتی یا نقل کی صحت میں قصور ہونے کی وجہ سے ایسا

پیش آجائے تو اس وقت اس کا فیصلہ کیا ہونا چاہیے مؤلفہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قیمت ۱۲

الاسلام مؤلفہ مولانا عثمانی زید مجددہ اسلام کے اکثر اصول ا کلیہ پر اپنے ذرا لے اور سادہ پیرایہ میں ایک جامع

مانع تقریر قیمت ۱۰ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رح

تقریر ولیدتیر کی بے نظیر کتاب جس میں تمام عقائد اسلامیہ کو بہترین عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے قیمت ۵۰

حجۃ الاسلام حقانیت اسلام پر مولانا نانوتوی رح کا دوسرا بہترین مدلل رسالہ ۱۲

سیر خاتم الانبیاء شہر مشاہیر امت، لطائف قاسمہ تعلیمات اسلام فضائل رمضان اعمال قرآنی

الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد علم الاولین ۱۰

سیر مالک میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے کراچی میں حضرت شیخ الحدیث کی اسارت مالک کے واقعات

نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں جن سے علماء حق کی قربانیاں اور مداد حق میں لکھن مصیبتوں کی برداشت کا اندازہ ہو جاتا ہے قیمت ۵۰

جمال القرآن تجوید کا ایک بہترین رسالہ ہے جس میں تمام ضروری قواعد نہایت آسان طرز و طریقہ

سے درج کئے گئے ہیں قیمت ۲ دارالعلوم دیوبند کے صدر القراء اور

بدیۃ الوحید استاد اذکر قادی عبد الوحید صاحب مرحوم کا بہترین رسالہ جس میں قواعد تجوید نہایت بہترین طریقہ سے

سمجھائے گئے ہیں قیمت المسائل فقہیہ کا جواب احادیث رسول اللہ

الجواب المبین صلی اللہ علیہ وسلم سے دیا گیا ہے عام فہم اور نہایت ہی مفید رسالہ ہے قیمت ۵

الصلوات کیا نیک یہ بیان بی بی حلیمہ عقیہ حضرت خدیجہ الکبریٰ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ الزہراء کی مبارک زندگیوں کے

حالات عورتوں کے لئے اس کا پڑھنا بہت مفید اور ضروری ہے قیمت ۵

چمک چمک حدیث چالیس اصولی اور بنیادی اخلاقی احادیث اور اسکی شرح ۳ صفائی معاملات ۶

علامات قیامت از شاہ فیض الدین صاحب بلوی کا اردو ترجمہ ۵ اسلام اور آمد سماج کا مناظرہ ۵

منہ رجب بالاسرائیل و کتب کے علاوہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب

ملنے کا پتہ :- کتب خانہ سعدیہ جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا (پنجاب)

بنا بہترین اور کفر شکن کتابیں اور رسالے آپ کی خدمت میں روانہ کیے جائیں گے

بنا بہترین اور کفر شکن کتابیں اور رسالے آپ کی خدمت میں روانہ کیے جائیں گے